مالوہ کی بیگم
شکست و فتح نصیبوں سے ہے ولے اے میر
مقابلہ تو دلِ ناتواں نے خوب کیا
حسن آرا بیگم اور شہنشاہ اکبر کے دربار کی حیرت پاش تاریخی تصویریں
مؤلفہ
رئیس القلم مرزا فدا علی صاحب خنجر لکھنوی
پبلشر
جمیل بکڈپو درگاہ روڈ لکھنؤ
قیمت ۱۲/
بار اول ایک ہزار جلد
ہندوستانی پریس لکھنؤ

شکست و فتح نصیبوں سے ہے ولے اے میرؔ
مقابلہ تو دلِ ناتواں نے خوب کیا
(میر تقی میرؔ)

مالوہ کی بیگم

ایک تاریخی واقعہ

خاقان اکبر اور نواب عمر علی سوہانی والی مالوہ کی لڑائیاں، فتح و شکست کے مناظر حسن آرا بیگم زوجۂ نواب مالوہ کی جانبازانہ وفاداریاں پاکبازی کی زندہ تصویریں مدبرانہ چالیں حبیب خاں سپہ سالار اکبر اعظم کا رقیبانہ عشق اور سوہانی کی اتفاقیہ موت حسن آرا بیگم اور شہنشاہ اکبر کے دربار کی حیرت پاش تصویریں نہایت دلکشی کے ساتھ الفاظ کے رنگ و روغن سے کھینچ کر پیش کی گئی ہیں

مولفۂ عالیجناب مرزا فدا علی صاحب خنجرؔ لکھنوی

حسب ایما جمیل بکڈپو درگاہ لکھنؤ

بار اول ایک ہزار
ہندوستانی پریس لکھنؤ میں چھپی
قیمت ۱/-
۱۹۲۵

تصنیفات و تالیفات مرزا فدا علی صاحب خنجر لکھنوی

نظام العشاق
انجم [illegible]
غمگین عاشق
نرالا عاشق
سراغرسان عاشق
انجام عشق
جنگ طرابلس
جنگ بلقان
جنگی جاسوس
معرکۂ چتور گڑھ
محل خانہ شاہی
بسنتی دیوی
خریدار حسن
بنگالی جاسوس
فطرتی جاسوس
امریکن جاسوس
عروس جاسوس
بے زبان دوست
نازنین پیرس
سرلا دیوی

اسمین نازنین
سرعتی چور
خونی رقیب
کالا نیب
خونی ڈاکو
بیلہ نواز
خواب گلگشتہ سوم
خواب گلگشتہ چہارم
خونی نقاب پوش
راز مشک

[illegible]

خوش نصیب آرسی
خدا کی لاٹھی
طرح دار بیگمان
انتخاب سخن
معراج سخن
صوفیہ
ولایتی چور
عزیزہ خنجر
خوفناک کیپٹین

اعجاز محبت
ظرائف الطبع
دو آتشہ اردو
انگریز ڈاکو
مظلوم لڑکی
بہار جاوید
گلشن ہند
خوفناک دوست
خوفناک انتقام
خوفناک سازش
خوفناک قتل
خونی آقا
بحری لاش
باب جان
لاڈو بیگم
کلام خنجر
مناجات
مناقب
خونی بھائی
خوش نصیب قاتل

جمیل بکڈپو درگاہ لکھنؤ

باب (۱)

قلعہ عیدل گڑھ

صبح کے بعد دوپہر کو جبکہ آفتاب کی تیز تیز شعاعیں کرۂ ارض کو روشن کر رہی تھیں شہنشاہ اکبر کا سپہ سالار محبت خاں اپنی فوج کے ساتھ قلعہ عیدل گڑھ پر حملہ ور ہوا۔

والی عیدل گڑھ عمر علی سوہانی اپنے سرفروش پٹھانوں کو لے کر لڑنے مرنے کو قلعہ سے باہر نکل آیا۔ طرفین سے تیر و تفنگ چلے رفتہ رفتہ دست بدست لڑنے کی نوبت آ گئی کمانیں بدستور کاندھوں پہ چلی گئیں۔ تیروں نے ترکش سے نکلنا موقوف کیا۔ اور ان کے بجائے تلواریں غلاف سے نکل نکل کر ہوا میں اس طرح چمکنے لگیں، گویا کالے بادلوں میں بے شمار بجلیاں ضو فشانی کر رہی ہیں۔

منظر ہولناک ضرور تھا، لیکن جن بہادروں کی عمریں ہمیشہ جنگ و جدال میں گذری ہیں، بقول شخصے جنھوں نے تلواروں کی چھاؤں میں پرورش پائی ہو، ان کے واسطے ایسے مناظر دلچسپی سے خالی نہیں، آلات حرب کا استعمال ان کا دلچسپ مشغلہ ہے، سروں کا پیکر خاکی سے جدا ہو ہو کر گرنا، دھڑوں کا خاک و خون میں لوٹنا، مجروحین کا دل [illegible] مقتولین کی عبرت زا حالتیں ان کی نگاہوں کو نہایت بھلی معلوم ہوتی ہیں، [illegible] [illegible] اس وقت کھلی میدان نبرد سے فرار ہونا گوارا نہ کر کے اکبری فوج سے مقابل تھے۔

واقعہ یہ ہے کہ عمر علی سوہانی کی زوجہ حسن آرا بیگم اپنے عہد کی واحد و یکتا عورت تھی۔ اس کا حسن و جمال، اس کی نفاست و سلیقہ شعاری، اس کی عقل و دانش [illegible] کی

وفاداری عصمت آپ اس عہد کی کسی خاتون میں نہ تھی۔ وہ نوعمر تھی لیکن بلا کی حسین و جمیل اور تجربے کار، عمر علی سوہانی کو جب کوئی وقت ایسی پیش آتی تھی جس میں عقلا کی عقلیں چکر کھا جایا کرتی ہیں تو وہ اپنی نیک نہاد اور قابل زوجہ سے مشورہ کرتا تھا حسن آرا ان دقتوں کو حسن تدبیر سے رفع کر دیتی تھی۔ صرف یہی نہیں، جب کبھی عمر علی سوہانی کا مزاج مکدر ہوتا۔ دنیا کی کوئی فکر اس کے دل کو خزاں رسیدہ غنچہ کی طرح مرجھانا چاہتی تو حسن آرا لطیفہ گوئی اور بذلہ سنجی کے ذریعہ سے اس کو خوش و مسرور کر دیا کرتی" عمر علی سوہانی کو ایسی وفادار و تعلیم یافتہ زوجہ پا کر ناز تھا، حقیقت میں بجا ناز تھا۔ کیونکہ اس کے ہم چشم اس کی قسمت پر رشک کرتے تھے اور اسی رشک کی ایک مثال اکبر کی فوج کشی ہے"

حسن آرا کی حسن لیاقت کا شہرہ اڑتے اڑتے اکبر کے گوش گذار ہوا، بیان کرنے والوں نے اشتیاق دلایا اور کچھ ایسے عنوان سے مشتاق بنایا کہ اس نے اپنے سرفروش سپہ سالار محبت خاں کو تھوڑی سی فوج دے کر مالوہ روانہ کر دیا تاکہ وہ عمر علی سوہانی کو زندہ یا مردہ گرفتار کر لائے اور حسن آرا بیگم کو مناسب عزت کے ساتھ دربار شہنشاہی میں حاضر کرے" محبت خاں بہادر شخص تھا۔ اور اکثر مہموں میں کامیابی حاصل کر چکا تھا۔ اکبر کو اس کے قوت بازو پر بھروسہ تھا جس جگہ جلد سے جلد کامیابی حاصل کرنا چاہتا تھا، وہاں محبت خاں کو جرنیل فوج مقرر کر کے روانہ کرتا تھا۔ چنانچہ قلعہ عیدل گڑھ کی طرف بھی اسی کو روانہ کیا تھا"

ناموس کا معاملہ معمولی معاملہ نہیں ہوتا۔ عمر علی سوہانی تو غیور شخص تھا۔ جب اس کو اصل واقعہ کی اطلاع ہوئی تو جان دینے پر آمادہ ہو گیا۔ قلعہ سے نکل کر ایسی بہادری اور بے جگری سے جنگ کی کہ اکبری فوج کے چھکے چھوٹ گئے! محبت خاں جس نے کسی میدان میں نیچا نہیں دیکھا تھا، وہ اپنے بائیں بچاؤ کے پہلو تلاش کرنے پر مجبور ہوا! نماز صبح کے بعد سے جنگ کا آغاز ہوا تھا اور اب دوپہر ڈھلنے پر تھی۔ اس عرصہ میں طرفین کے سیکڑوں آدمی قتل ہو چکے تھے۔ میدان کی تپی ہوئی زمین آب باران کے بدلے خون سے سیراب ہو رہی تھی۔ پٹھانوں کا ہر ایک حملہ فیصلہ کن ہوتا تھا۔ جب وہ لوگ تلواریں پکڑ پکڑ کر چلتے تھے تو غنیم کو درہم برہم کرتے ہوئے پشت پر گذر جاتے تھے: جو ان کے سامنے آ تا کٹ کر دو ٹکڑے

ہوتا۔ صبح سے اب تک وہاں کے بیسیوں حملے ہو چکے تھے، اگرچہ حملہ کرتے وقت ان کو بھی جانوں کا نقصان برداشت کرنا پڑتا تھا۔ لیکن وہ چلتے چلتے اپنے مقتولین سے دونی تعداد اکبری فوج کی کاٹ کر ڈال جاتے تھے، یہی سبب تھا کہ محبت خاں کو فتح کی جانب سے قطعی ناامیدی پیدا ہو گئی تھی!"

گذشتہ لڑائیوں کی شرکت نے بتا دیا تھا کہ کن کن صورتوں میں ہزیمت کا یقین کر لینا چاہئے؟ جو صورتیں دل شکستہ کرنے والی ہوتی ہیں، سب کی سب ظاہر ہو چکی تھیں۔ فتح و ظفر کا چہرہ دنیائے امید میں بھی دھندھلا نقش بن کر رہ گیا تھا، جو عنقریب مٹ جانے پر تیار تھا!"

ادھر تو زوال آفتاب شروع ہوا، ادھر محبت خاں کی نظامی ترتیب شکست ہونے لگی، پٹھانوں نے ایک حملہ کیا، نہایت سخت حملہ! جس کی مقاومت کی تاب اکبری فوج کو نہ تھی۔ ان کے نظام میں بے ترتیبی واقع ہوئی۔ صفیں ٹوٹ گئیں۔ سپاہی میدان میں منتشر ہو گئے ان کے سروں پر قضا کھیل رہی تھی، پٹھانوں کی تلواریں اس طرح روانی کے جوہر دکھا رہی تھیں، گویا آسمان سے قطرۂ باراں کے بدلے ابر صاعقہ بار برس رہا ہے، بجلیاں انسانی رشتۂ حیات کو جلا جلا کر زمین کے سر سے بہت سا بار ہٹا رہی ہیں!"

محبت خاں نے لاکھ لاکھ کوشش کی کہ بھگوڑے سپاہیوں کو غیرت دلا کر پٹھانوں کے مقابلے میں روک رکھے مگر کوئی تدبیر کارگر نہ ہوئی! اس نے اپنا گھوڑا آگے بڑھا کر میدان چھوڑنے والے جنگجو سپاہیوں کو سنا کر موثر الفاظ میں شرم دلائی، بھاگنے کے عیوب ظاہر کر کے نادم کرنا چاہا۔ لیکن تلوار کی آنچ نے ان لوگوں کو بالکل ہی گونگا بہرا کر دیا تھا، کسی نے محبت خاں کا کچھ نہ سنا! اگر سنا بھی تو بھی کوئی توجہ نہ کی!"

بھاگنے والے موت سے ڈر کر زندگی کی پناہ میں چھپنا چاہتے تھے۔ مگر زندگی انھیں اپنے دامن سے نکال پھینکنے پر آمادہ ہو چکی تھی۔ موت نے کچھ اس طرح دامن تھاما تھا کہ ان لوگوں کا بچ کر نکل جانا دشوار ہو گیا!"

تھوڑے عرصہ میں پٹھانوں نے صدہا جاں داروں کو کاٹ کر ڈال دیا، جہاں تلواروں کی جھنکار سے رن بول رہا تھا وہاں مرنے والوں کی لاشوں پر عبرت و حسرت نوحہ خوانی کرتی دکھائی دینے لگی، جن لوگوں نے تیز رفتاری سے کام لیا وہ تو بھاگ کر پہاڑی کے دامن اور جنگلوں میں روپوش ہو گئے، جو اجل نصیب موت کے چکر میں پڑ چکے تھے وہ کھیت رہے۔

جنگ کا رنگ بگڑ چکا تھا، اور اب محبت خاں کے سنبھالے، بگڑی ہوئی فوج کا سنبھل جانا ناممکن ہو گیا تھا۔ اُس نے کھڑے ہو کر حالات پر غور کیا۔ میدان چھوڑ دینے کے سوا کسی کام میں صورت مفر دکھائی نہ دی اگرچہ وہ بہادر تھا، رزم گاہ کو چھوڑ کر بھاگ جانا گو اس کے واسطے موت سے زیادہ تکلیف رساں تھا، لیکن وقت اور موقعہ پر نظر رکھتے ہوئے اُسے مجبوراً آگے جانے والوں کی پیروی کرنا پڑی!"

جس وقت پٹھانوں کی خون ریز تلواریں اکبری فوج کو گھیرے لکڑی کی طرح کاٹ کاٹ کر گرا رہی تھیں، محبت خاں کے وفادار سپاہی خیالات وفا فراموش کر کے پہاڑیوں کی طرف بھاگ رہے تھے، خود محبت خاں بھی ایک طرف بھاگ نکلا۔ وہ سردار فوج یا سر عسکر تھا، اس لئے پٹھانوں کو اس کا سر اُتارنے میں زیادہ کد و کاوش تھی، ہر شخص محبت خاں کو گھیر کر قتل کرنے کی فکر میں تھا، کیوں کہ عمر علی سوہائی نے پٹھانوں کو یقین دلا دیا تھا کہ جو کوئی سپہ سالار کا سر احضور میں حاضر کرے اُس کو گراں بہا انعام دیا جائے گا۔ انعام کا لالچ اور ظفر یابی کے بڑھے ہوئے ولولوں نے تمام پٹھانوں کو محبت خاں کا سر اُتارنے پر مستعد و کمربستہ کر دیا تھا۔ مگر محبت خاں کے نصیبے وری پر تمام تھیں جس وقت اس کا گھوڑا پتھریلی زمین پر سرپٹ بھاگ رہا تھا۔ سارے پٹھانوں کی آنکھوں پر غفلت کے پردے پڑ گئے تھے، کسی نے یہ بھی نہ دیکھا کہ سامنے سے محبت خاں بھاگا جاتا ہے۔ عجب نہیں ہے جو فتح مندی کے سرور نے ان کی نظروں کو ان کشتوں کی طرف جما دیا ہو جو ان کی تلواروں سے قتل ہو ہو کر زمین پر گرے تھے اور تھوڑی دیر خاک و خون میں لوٹ پوٹ کر سرد پڑ گئے تھے۔

یہ واقعہ ہے کہ ہر شکاری کو اپنا شکار دیکھ کر خوشی حاصل ہوتی ہے۔ صرف ایک ہرن جو تیر سے مجروح ہو کر کسی جھاڑی میں دم توڑتا دکھائی دیتا ہے، وہ نظارہ ناوک فگن کے دل کو خوشی سے بھر دینے میں نہایت موثر ہوتا ہے، نہ کہ سیکڑوں خونخوار دشمنوں کو بے جان دیکھنا!

باب ۲
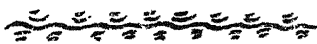
"شب خون مارنے کی ناکام سعی"

آفتاب غروب ہو رہا تھا، پٹھان مظفر و منصور قلعہ عیدل گڑھ میں داخل ہو رہے تھے۔ آج کے معرکہ میں انھیں بہت بڑی فتح حاصل ہوئی تھی، شہنشاہ اکبر کی فوج ہزیمت اٹھا کر پہاڑوں کے دامن میں روپوش ہو چکی تھی، بعض منچلے پٹھانوں نے عمر علی سوہانی کو مشورہ بھی دیا کہ وہ آرام کرنے کے بجائے اسی وقت اپنے سرفروش پٹھانوں کو لے کر پہاڑیوں میں گھس جائے۔ اس کے سپاہی یہاں کے جنگلوں اور پہاڑیوں کی چپہ چپہ زمین چھانے بیٹھے ہیں مغل ان کی نظروں سے بچ کر کہیں جا نہیں سکتے مگر عمر علی نے ظالمانہ مشورہ کو نامنظور کرتے ہوئے کہا:

"بہادرو! خدائے تعالیٰ نے فتح کا سہرا ہمارے سر پر باندھ دیا! ہم لوگ حق پر تھے اور حق ہمیشہ فتح یاب ہوتا ہے اگرچہ اکبر نے ہماری ناموس کو تحس نحس کرنے کا ارادہ کرتے ہوئے لشکر کشی کی تھی لیکن انجام کار اس کے سپاہی ہلاک ہو گئے، اس کے تجویز کئے ہوئے مشورے خاک میں مل گئے۔ ان سپاہیوں کی کوئی تقصیر نہیں، وہ اکبر کے زیر فرمان ہیں انھیں جو حکم دیا گیا اس کی تعمیل کی، یاد رکھو، شیر کبھی بے جانوں پر حملہ نہیں کرتا۔ جو لوگ میدان چھوڑ کر فرار ہو گئے۔ وہ ہرگز اس قابل نہیں جن پر بہادروں کی تلواریں بلند ہوں، خدا نے رات آرام کے واسطے بنائی ہے، آؤ چلو ہم لوگ قلعہ میں چل کر فتح کی خوشی کا جشن منائیں، ہمارے سپاہیوں نے تمام دن سخت جنگ کی ہے، انھیں ضرورت ہے تھوڑا آرام دیا جائے۔"

عمر علی سوہانی کے اختلاف سے پٹھانوں نے اپنا ارادہ ترک کر دیا، وہ سب کے سب رشتۂ وفاداری میں جکڑے ہوئے تھے علی الخصوص عمر علی سوہانی سا خادم نواز آقا ان کو مل ہی نہیں سکتا تھا، وہ لوگ اس کے اشارے پر جانیں قربان کر دینے کو ہمہ وقت موجود رہتے تھے اس کی مرضی پا کر سب لوگ عیدل گڑھ کے قلعہ میں داخل ہو گئے، جہاں پہنچتے ہی جشن کی تیاریاں ہونے لگیں، ادھر قصر میں صبح سے تلاطم مچا ہوا تھا، جہاں امید و بیم کی حالت میں ایک ایک گھڑی شمار کی گئی تھی، اور جہاں خادم سے لے کر مالک تک کے چہروں سے انتشار ہویدا تھا، اس وقت وہ مشکوئے ان خوش نوا زنان کی لوچ دار آوازوں سے گونجنے لگا۔

اُن عیش کرنے والوں کو کیا معلوم کہ اس وقت ان کے تباہ کرنے کی کیسی کیسی خطرناک تجویزیں سوچی جا رہی تھیں! محبت خاں کے دل کو پٹھانوں کی تلواروں نے ٹکڑے ٹکڑے کر دیا تھا، وہ بھاگا تو سہی، لیکن اس فرار سے روحانی صدمات میں مبتلا ہو گیا تھا۔ میدان چھوڑنے کے بعد ایک درۂ کوہ میں پناہ گزیں ہوا۔ شام تو ہو ہی چکی تھی۔ تھوڑی دیر میں یکے بعد دیگرے بھاگے ہوئے مغل سپاہی آ کر جمع ہونے لگے۔ کچھ ہی عرصہ میں دو ڈھائی سو کا مجمع ہو گیا۔

محبت خاں کو سب سے زیادہ اُن درباریوں کا خیال تھا جن کی ریشہ دوانیاں کسی کو مفتخر اور کسی کو ذلیل و رسوا کرتی رہتی تھیں۔ آنکھوں میں دربار کا نقشہ پھر رہا تھا اور اکبر کے سامنے اپنی بزدلی پر شرمندہ و سرنگوں بیٹھا ہوا ہم چشموں کی طعن و تشنیع سن رہا تھا۔ بہت دیر تک خاموش رہ کر اُس نے اپنے سرداروں کو مخاطب کرتے ہوئے کہا:

"مجھے نہایت افسوس ہے کہ ہم لوگوں نے مٹھی بھر پٹھانوں کے سامنے ہزیمت تسلیم کر لی۔ راجپوتوں کی عظیم الشان لڑائیوں میں ہم نے کبھی پشت نہیں دکھائی! نازک نازک موقعوں پر ہمارے ہاتھ تلواروں کے قبضے سے کبھی جدا نہیں ہوئے! مگر عمر علی کے ناچیز سپاہیوں نے ہمارا غرور شجاعت و مردانگی خاک میں ملا دیا، ہم بھاگے اور نہایت بدحواسی کے عالم میں بھاگے! اسی بدحواسی کا نتیجہ ہے کہ ہمارے بہادر سپاہیوں کا بڑا حصہ برباد ہو گیا۔ اُنکی لاشیں نہایت ذلت و خواری سے حریفوں کے گھوڑوں نے پامال کر ڈالیں اور اب ان کا گوشت مردار خوار درندوں اور جنگلی جانوروں کی خوراک بن رہا ہوگا۔ نہ معلوم ہماری غیرتوں کو کیا ہو گیا تھا؟ نہ جانے ہماری اخوت و محبت کہاں غائب ہو گئی تھی! ہم نے اپنے مجروحین کو عالم کس مپرسی میں دم توڑنے کے واسطے چھوڑ دیا، اور ان ناچیز جانوں کو بچانے کی کوشش کی جو مستعار حاصل ہوئی ہیں، اور جو بچ جانے کی حالت میں انگشت نما ہو کر رہیں گی۔ اگر ہماری رگوں میں اسلاف کا بہادرانہ پرجوش خون دوڑ رہا ہے، اگر ہمیں کچھ بھی اپنی عزت کا لحاظ ہے، تو اس ذلت و رسوائی کا سخت انتقام لینے کی سعی کریں گے۔ دیکھو حریف کے حملوں سے غلغلۂ شادمانی بلند ہو رہا ہے، کیا ہمارا یہ فرض نہیں کہ ان نعرہائے مسرت کو نالہ و شیون سے بدل دیں؟"

سردار: "ہم کو خود اپنی ذات سے تعجب ہے! نہ معلوم ہمارے دلوں کو کیا ہو گیا تھا؟ جو اس وقت انجام پر نظر نہ کر سکے جس کام کو عارضی شجاعت کا بدنما داغ خیال کئے ہوئے تھے وہی کام کرنے پر تیار ہو گئے۔ اس وقت ہماری آنکھیں کور اور کان گونگے ہو گئے تھے، ہم نہ تو کچھ دیکھ سکتے نہ سن سکتے، ہماری عقلوں نے ہم کو مغالطہ دیا، ہم میں نیک و بد سمجھنے کی صلاحیت نہ رہی، آپ نے ہم لوگوں کو

عزت کی طرف بلایا جاتا، مگر ہم نے اپنی بے نصیبی سے آپ کی شریفانہ رائے نہ سنی۔ اسی وجہ سے ہم کو ایسی روسیاہی نصیب ہوئی، اب نہ تو ہم اپنے ہم چشموں سے آنکھیں چار کر سکتے ہیں، نہ اپنے شہنشاہ کو صورت دکھا سکتے ہیں، ایک زمانہ تھا جب ہم کو اپنی شجاعت و دلیری پر ناز تھا، ہم حلقۂ احباب میں بیٹھ کر فخر و مباہات کیا کرتے تھے۔ ہمارے گذشتہ کارناموں کے گیت بنائے گئے تھے جنھیں دہلی کی خوش گلو مستورات اپنے آستانہ حسن و جمال میں بیٹھ بیٹھ کر گایا کرتی تھیں، آہ! وہ باتیں خواب و خیال ہوگئیں!! اب جنگجو سپاہی ہمارا مضحکہ اڑائیں گے۔ قصہ گو ہماری ہزیمت کے واقعات رنگ آمیزی کر کر کے صحبتوں میں بیان کریں گے، بہادر سردار! ہم نے تہیہ کر لیا ہے کہ یہاں سے زندہ پلٹ کر وطن نہ جائیں گے، یا تو اپنی رسوائی کا انتقام لیں گے، یا پہاڑیوں سے سر ٹکرا کر جانیں دیدیں گے۔"

محبت خاں: "میرے نزدیک تمھارا یہ خیال بھی بزدلی کی دلیل ہے، بہادر دل کو نا امید نہ ہونا چاہیے۔ سپہ گری کے چھتیس فن ہوتے ہیں، بعض موقعوں پر ہمیں فرار ہونے کی ضرورت لاحق ہوتی ہے، اگر اس وقت ثبات کی شان دکھائیں تو وہ شجاعت نہیں، جہالت سمجھی جائے گی، اگر ہم لوگ کوشش کریں تو اب بھی اپنے عیب کو حسن کے رنگ میں تبدیل کر سکتے ہیں، جن لوگوں سے توقع کی جاتی ہے کہ وہ ہمارے فرار ہونے والے واقعات کو مضحک الفاظ میں دہرائیں گے ہم اپنے اعلیٰ کاموں سے انھیں لوگوں کو دھوکا دے کر اپنی مدح و ثنا کرا سکتے ہیں۔"

سردار: "وہ کیوں کر؟"

محبت خاں: (کچھ غور کر کے) اس وقت عمر علی سوہانی خلاف توقع فتح حاصل کر کے واپس جا رہا ہے، نشۂ شجاعت میں مآل کار پر نظر نہ ہوگی۔ اس لئے قوی امید ہے کہ جشن منا رہا ہو، چوں کہ تمام دن سخت لڑائی سے سابقہ رہا ہے اور اس کے سپاہی بالکل شل ہو رہے ہیں۔ آدھی رات تک وہ لوگ جشن منائیں گے اس کے بعد غافل ہو کر سو رہیں گے اور اس وقت ہم لوگ شب خوں ماریں یقین ہے، دشمنوں کو قتل کر کے عمر علی سوہانی اور حسن آرا کو گرفتار کر سکتے ہیں، جس وقت قیدیوں کو پابہ جولاں کر کے دربار شہنشاہی میں حاضر کریں گے اس وقت ہماری رسوائی۔ عزت و افتخار سے بدل جائے گی، ہمارے بھاگنے کو اہل دربار مصلحت پر محمول کریں گے اور ہم اپنے شہنشاہ اور امرائے دربار کے سامنے سرخ رو ثابت ہوں گے۔"

سردار: "تدبیر تو نہایت معقول ہے، لیکن قلعہ کے حالات دریافت کر لینا ضروری ہیں،"

ایسا نہ ہو، یہ غلطی پہلی غلطی سے زیادہ مضر ثابت ہو۔"

محبت خاں ۔ اس کام کے واسطے ایک ہوشیار شخص کی ضرورت ہے جو بھیس بدل کر قلعہ میں جائے اور وہاں کا رتی رتی حال معلوم کرکے ہم لوگوں کو بتا دے کیا تم لوگوں میں کوئی شخص یہ خدمت انجام دے سکتا ہے کسی نے کوئی جواب نہ دیا وہ لوگ پتھر کے ٹکڑوں پر سر جھکائے مغموم بیٹھے رہے

محبت خاں نے پھر اپنے فقرات دوہرائے، پھر وہی سکوت رہا جب تیسری مرتبہ محبت خاں نے یہی سوال کیا تو شیر خاں نامی ایک سپاہی نے کھڑے ہو کر کہا۔"

"عالی جناب! خاکسار اس خدمت کی بجاآوری کے لئے حاضر ہے! اگرچہ حریف کے مکان میں تن تنہا گھس جانا گویا بھیڑیے کے بھٹ میں چلے جانا ہے، لیکن آفتاب غروب ہونے سے پہلے جس ذلت و رسوائی سے سابقہ پڑا ہے، اس کے دیکھتے ہوئے مرجانا ہی اچھا معلوم ہوتا ہے۔ اگر میں پہچان لیا گیا اور دشمن نے گرفتار کرکے ہلاک کر دیا، تو بھی خوش ہوں! جہاں فرار ہونے کے حالات بیان کئے جائیں گے، وہاں میری وفاداری اور بہادرانہ سرفروشی کی حکایتیں بھی نقل کی جائیں گی حضور اسی مقام پر میرا انتظار کریں، میں آدھی رات تک یہاں حاضر ہو جاؤں گا۔ اور قلعہ کے کل حالات تفصیل وار عرض کر دوں گا، اگر اپنے وعدے پر نہ پہنچوں تو میری موت یا اسیری کا یقین کر لیا جائے

محبت خاں "شاباش! سرفروش اور وفادار ایسے ہی ہوتے ہیں! جاؤ تم کو خدا کی حفاظت و امان میں دیا۔"

باب ۳

ذلت پر ذلت

پچھلی رات ہے، قلعہ عیدل گڈھ کا ناچ رنگ ختم ہو چکا صبح کو جن بازوں میں تلواریں کے قبضے تھے اس وقت رخساروں کے نیچے دبے ہوئے ہیں، بہادر سپاہی خواب راحت میں مشغول ہیں۔ دن بھر کی تیغ زنی نے ان سب کو بالکل غافل کر دیا ہے۔ شہر کی بازاروں اور کوچوں میں سناٹا چھایا ہوا ہے، قلعہ کے برجوں پر جو چند سپاہی جو کسی پہرے کو تعینات کئے گئے تھے۔ وہ بھی اس وقت کی سرد اور تر ہوائیں کھا کھا کر اونگھنے لگے ہیں۔ شیر علی ... رانی کے محل میں نغمات کیف افزا کے بدلے نفیر خواب بلند ہے، البتہ ایک پیکر حسن اس وقت بھی لباس زریں پہنے ہوئے مسند تکیہ سے لگی بیٹھی ہے اس کے سامنے دو کنول روشن ہیں مہرتی ! شمعیں آنکھوں سے غضب کی ٹھنڈی بہتی ہے

لیکن وہ ہر بار آنکھیں مل مل کر اُسے بھگانے کی کوشش کرتے ہوئے چاروں طرف کچھ اس انداز سے دیکھنے لگتی ہے گویا کسی کے انتظار میں ہو!"

تھوڑی دیر یوں ہی گذر گئی۔ کمرہ بالکل خالی تھا، اور حسن آرا بیگم جو اپنے عہد کی بہترین مدبرہ اور چٹکل چالوں سے واقف کار تھی کسی فکر میں اُلجھی ہوئی خاموش بیٹھی رہی۔ اگرچہ اس کے شوہر کو مغلوں پر خاطر خواہ فتح نصیب ہوئی تھی۔ پٹھانوں نے غنیم کا استیصال کر دیا تھا۔ اور اب کسی قدر مطمئن بھی ہو گئے تھے، لیکن اس روشن خیال و عاقبت اندیش بیگم کو اطمینان نصیب نہ ہوا تھا، اُسے یقین تھا کہ آج کی فتح رنگ لائے بغیر نہ رہے گی، ہندوستان کی قسمت کا مالک اکبر اپنے عسکر کی بربادی و تباہی کا حال سن کر آگ بگولا ہو جائے گا۔ اس کی غضبناک فوجیں سمندر کی طرح امنڈ امنڈ کر مملکت مالوہ کو تحس نحس کر ڈالیں گی اور قلعہ عیدل گڑھ کی اینٹ سے اینٹ بج جائے گی! علاوہ ازیں محبت خاں بھی نہایت ہوشیار سپہ سالار ہے اس نے بڑے بڑے معرکوں میں اپنی قابلیت کا اظہار کیا ہے، میدان سے اس طرح بھاگ جانا ہی تعجب سے خالی نہیں! عجب نہیں جو یہ بھی اس کی چال ہو، ہم لوگوں کو دھوکا دے کر کام نکالنا چاہتا ہو؟ پٹھان تو الٹی کھوپری والے مشہور ہیں مغلوں کو بھگا کر ایسے مطمئن ہو گئے گویا اب وہ کبھی مقابلہ ہی نہ کریں گے! اسی غفلت سے فائدہ اٹھا کر عجب نہیں جو محبت خاں رات کے وقت حملہ کر دے۔ اگر اسی وقت اُس نے حملہ کر دیا۔ تو اُس کی کامیابی میں کوئی کلام نہیں۔ قلعہ کے اندر جتنے سپاہی ہیں۔ اپنے اپنے گھر میں پاؤں پھیلائے آرام کر رہے ہیں جب تک وہ لوگ ہوشیار ہوں گے مغلی فوج سیکڑوں کا قلع قمع کر دے گی۔ اور انجام وہی ہو گا جس کی توقع کی جاتی ہے"

یہ خیالات تھے جو اس حور تمثال بیگم کے قلب و دماغ پر مستولی تھے وہ کم و بیش آدھے گھنٹے تک غور کرتی رہی، اس کے بعد سر اُٹھا کر دو مرتبہ گلرخ! گلرخ! کہہ کر آواز دی، فوراً ایک خوش جمال جوان عورت حاضر حاضر کہتی ہوئی کمرے میں داخل ہوئی"

حسن آرا: محمد علی ابھی تک نہیں آیا؟"

گلرخ: میں تو حضوری میں حاضر تھی۔ باہر کا حال معلوم نہیں"

حسن آرا: دریافت کر کے فوراً اطلاع دو"

گلرخ آداب بجا لا کر الٹے پاؤں چلتی ہوئی کمرے سے باہر چلی گئی، حسن آرا پھر دلی انتشارات میں ڈوب گئی تھوڑی دیر بعد گلرخ پھر کمرے میں داخل ہوئی۔ جب تک بیگم اُس کی طرف متوجہ نہ ہوئی،

دست بستہ کھڑی رہی۔ جب بیگم نے التفات کی تو آداب آموز انداز سے عرض کی:
محمد علی "محمد علی حاضر ہے"
حسن آرا "کیا خبر لایا ہے؟"
گلرخ (لپٹا ہوا کاغذ دے کر) "یہ عریضہ خدمت عالیہ میں پیش کرنے کو دیا ہے"

حسن آرا بیگم نے عرضی کھول کر پڑھی۔ پڑھتے ہی اس کا چہرہ جلد جلد رنگ بدلنے لگا۔ گلرخ، بیگم کی اضطراری حالت دیکھ کر ڈر گئی۔ پہلے تو کچھ دریافت کرنے کی جرأت نہ کر سکی۔ جب بیگم کا اضطراب بڑھتے دکھائی دیا تو پوچھا:
"خیریت تو ہے؟ نصیب دشمناں مزاج کیسا ہے؟"

حسن آرا "گلرخ! کیا بتاؤں، کیا حال ہے؟ آج زمانہ ناسازگار ہے۔ شہنشاہ اکبر کی دشمنی، اُن لوگوں کی دشمنی نہیں جن کو معمولی سمجھ کر پس انداز کر دیا جاتا ہے"
گلرخ "صبح کو تو مغلوں کی فوجیں بھاگ کھڑی ہوئیں۔ اب ہم لوگوں کو ان سے کوئی خطرہ نہیں"
حسن آرا "ہاں اسی خیال نے تو پٹھانوں کو مطمئن کر دیا۔ اگر میں بھی غفلت کرتی تو آج ہی رات کو عیدل گڑھ ہمارے ہاتھوں سے نکل کر اکبر کے قبضہ میں چلا جاتا"
گلرخ (حیرت سے) "یہ کیوں کر؟"
حسن آرا "در اصل محبت خاں بڑا مکار شخص ہے، اس نے پٹھانوں کو دھوکا دینے کے واسطے بہت سے مغلوں کو کٹوا دیا اور خود بھاگ کر پہاڑیوں کے دامن میں روپوش ہو گیا۔ اس نے سوچا تھا۔ جب پٹھان رات کو غافل ہو کر سو جائیں گے تو بقیۃ السیف سپاہیوں کو ساتھ لے کر شب خون مارا جائے گا۔ اور پٹھانوں سے صبح کی شکست کا انتقام لے کر نقصانات کی تلافی کر لی جائے گی۔ چنانچہ وہی ہوا۔ محمد علی جاسوسی کے کاموں میں بڑا ہوشیار ہے، میں نے اس کو محبت خاں کی نقل و حرکت پر نظر رکھنے کی ہدایت کر کے روانہ کیا تھا۔ اس کی عرضداشت دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے، میرا خیال صحیح ہے، محبت خاں پانچ سو مغلوں کی جمعیت سے قلعہ کی جانب بڑھ رہا ہے۔ خیر! وہ بھی یاد کرے گا کسی بیگم سے سابقہ پڑا تھا، میں نے اس کی گوشمالی کی جو تدبیر سوچی ہے، وہ عجیب تدبیر ہے! اگر پوری ہو گئی تو دنیا ہمیشہ اس واقعہ پر کھلکھلا کر ہنس دیا کرے گی۔ باتوں کا وقت نہیں رہا کام کی گھڑی آگئی، جاؤ میری جنگی پوشاک لے آؤ، میں ابھی انتظام کئے لیتی ہوں، صبح کو نواب (عمر علی سوہانی) نے میدان میں نکل کر مقابلہ کیا تھا، اور اس وقت میں دشمنوں کو مغلوب کرنے پر کمر بستہ ہوں گی"

گلرخ:- کیا سرکار کو بیدار نہ فرمائیے گا؟

حسن آرا:- نہیں، وہ سارا دن لڑتے رہے ہیں، جزو معاملے کے واسطے انھیں کیوں تکلیف دی جائے میں تو اس وقت اپنے سوتے ہوئے سپاہیوں کو بھی تکلیف نہ دوں گی۔

گلرخ نے بیگم کے حکم کی تعمیل کی۔ مردانہ لباس کشتی میں لگ کر سامنے آیا۔ بیگم کو جب قلعہ کا انتظام و انصرام کرنا ہوتا، یا سیر و شکار اور میدان جنگ میں شریک ہونے کی ضرورت محسوس ہوتی تو مردانہ لباس زیب بر فرما کر اچھا خاصہ تبرو آزما بن جاتی تھی۔ اس وقت بھی اُس نے وہی لباس پہنا اور اسلحہ سے آراستہ ہو کر چہرے پر نقاب ڈالی۔ اس کے بعد قصر سے نکل کر قلعہ کی فصیل پر آئی۔ اونگھنے والے سپاہی چونک چونک کر ہوشیار ہو گئے۔ جو لوگ ادھر اُدھر متفرق تھے۔ بیگم کی آمد سے جمع ہو کر اُس کے گرد آ گئے۔ اُس نے محمد علی کو سامنے طلب کیا۔ جب وہ حاضر ہوا تو دریافت کیا۔

محمد علی تمھاری عرضداشت تو ملاحظہ سے گذری، میں چاہتی ہوں تمھاری زبان سے مجملاً حالات سن کر اپنا اطمینان کر لوں۔

محمد علی:- عالیہ جناب! میں نے محبت خاں کو درۂ کوہ میں چھپے ہوئے پایا۔ اس کے بھاگے ہوئے سپاہی ایک ایک کر کے اُس کے گرد جمع ہونے لگے۔ چراغ جلنے کے بعد ہی دو تین سو کا جماؤ ہو گیا۔ اُن کے سامنے محبت خاں نے پرجوش تقریر کی اور پٹھانوں کے سامنے سے بھاگنے پر لعنت ملامت کرتے ہوئے انتقام پر آمادہ کیا۔ اُس کی تقریر موثر ثابت ہوئی۔ تمام مغل لڑنے مرنے پر آمادہ ہو گئے۔ لیکن محبت خاں نے اپنے ایک سپاہی کو جس کا نام شیر خاں ہے قلعہ کے حالات دریافت کرنے کو بھیجا اور ارادہ کر لیا کہ آدھی رات کے بعد شب خون مارا جائے ایک گھنٹہ ہوا کہ شیر خاں قلعہ کے جشن اور اس کے بعد سپاہیوں کے سو جانے کی اطلاع لے کر واپس گیا۔ سب کے غافل ہو جانے کا علم حاصل کر کے محبت خاں بہت خوش ہوا اور کم و بیش پانچسو سپاہیوں کے ہمراہ شب خون کی نیت سے قلعہ کی طرف بڑھ رہا ہے۔ میں بہت تیز بھاگتا ہوا آیا ہوں کہ حضور میں اس واقعہ کی اطلاع کر دوں۔

حسن آرا:- میں تمھاری وفاداری سے بہت خوش ہوں، اچھا! تم میری جانب سے اعلان کر دو کہ قلعہ دار عمداً غفلت اختیار کرے۔ اور محبت خاں کی فوج کو خندقوں کے اس طرف آنے کا موقعہ دے لیکن شہر کے پھاٹک مضبوطی سے بند کر دئیے جائیں، ہر پھاٹک پر بہادر سپاہیوں کا پہرہ رہے تا ممکن ہو کسی تدبیر سے مغل قلعہ میں داخل ہو جائیں تو پٹھان اُن کو تہ تیغ کر ڈالیں۔ چند ہوشیار آدمیوں کو نہر کے منہ پر تعینات کر دیا جائے۔ جب محبت خاں خندقوں کے اس پار آ جائے تو ان میں

اس کثرت سے پانی پہنچا دیا جائے کہ مغل باہر نہ نکل سکیں۔ صبح کو نواب بیدار ہو کر ان کی گستاخی کی سزا دیں گے۔

محمد علی نے سر خم کر کے اطاعت کا اقرار کیا اور وہاں سے تعمیل امر کے واسطے چل کھڑا ہوا۔ تھوڑی ہی دیر میں کل سامان درست ہو گیا۔ کچھ پٹھان فصیل قلعہ پر محبت خاں کے آنے کا انتظار کرنے لگے۔ حسن آرا بیگم بھی جنگی لباس پہنے ہتھیار لگائے ایک برجی میں خاموشی کے ساتھ بیٹھ کر حریف کے حملہ آور ہونے کا انتظار کرنے لگی۔

اندھیری رات تھی صحرائے عیدل گڑھ پر گھنگھور تاریکی پھیلی تھی۔ قلعہ کے سامنے گیدڑ اور مردہ خوار جانور ان کی لاشوں کے نوچنے اور کھانے میں مصروف تھے، جو صبح کی جنگ میں کام آئے تھے۔ یکایک ایک طرف کوئی چیز متحرک سی معلوم ہوئی۔ اندھیرے کی وجہ سے صاف طور پر معلوم نہ ہو سکا، لیکن پٹھانوں اور حسن آرا بیگم نے قرینے سے معلوم کر لیا کہ محبت خاں بقیۃ السیف مغلوں کو ساتھ لے کر قلعہ پر حملہ کرنے آ رہا ہے۔ اس نے فوراً محمد علی کو طلب کر کے اس کے کان میں کچھ کہا۔ محمد علی نے سر اطاعت جھکا کر مطیع فرمان ہونے کا اقرار کیا اور وہاں سے چلا گیا۔

تھوڑی دیر میں محبت خاں کئی سو مغلوں کے ساتھ فصیل قلعہ کے قریب پہنچ گیا۔ ہزیمت خوردہ مغلوں نے جوش انتقام سے مغلوب ہو کر قلعہ کو گھیر لیا۔ محبت خاں دل میں بہت خوش تھا کہ سب کام خاطر خواہ ہو گیا۔ بیرون حد شہر کوئی محافظ نظر نہیں آیا۔ اندرون شہر پہرا دینے والوں کی آواز بھی سنائی نہ دیتی تھی جس سے یقین تھا کہ اندھیری رات میں ہر متنفس خواب راحت کے مزے لے رہا ہے۔

محبت خاں نے اپنے جانباز مغلوں کو شہر کا پھاٹک توڑنے کا حکم دیا۔ مغل پھاٹک کی جانب بڑھے لیکن مقصد میں کامیابی حاصل نہ کر سکے۔ دفعتاً فصیل قلعہ سے سیکڑوں تیر برسنا شروع ہوئے۔ اس بے پناہ حملے سے گھبرا کر مغلوں نے پسپا ہونا شروع کیا۔ قلعہ کی دیوار اور برجیوں سے مینھ کی طرح تیر برس رہے تھے۔ اور مغل برابر مجروح ہو ہو کر گرتے جاتے تھے ان پر حملہ کرنے والے سامنے نہ تھے جو یہ بھی برابر کا جواب دے کر انتقام لیتے۔ کیوں کہ پٹھان کمین گاہ میں چھپے ہوئے چھپ کر حملے کر رہے تھے۔

محبت خاں کی خوشی غائب ہو گئی۔ اس کی چالیں بگڑ گئیں فتح کے زعم میں آیا تھا۔ اسے شکست اٹھانا پڑی۔ دیکھتے ہی دیکھتے مغلوں کی نصف تعداد یا تو مر گئی یا لڑنے سے بیکار ہو گئی، کیوں کہ ان کے جسموں کو پٹھانوں کے بے پناہ تیروں نے چھلنی کر ڈالا تھا۔ آخر الامر مجبور ہو کر اس نے مغلوں کو واپس ہونے کا حکم دیا۔

مغل سپاہی خود اسے چاہتے تھے کہ اس بلا سے نجات حاصل ہو، حکم پاتے ہی فوراً واپس ہوئے۔ مگر تھ

پھیرتے ہی عظیم مصیبت کا سامنا ہوا۔ تمام خندقیں پانی سے بھری تھیں، ان کا پانی چھلک کر باہر آنا شروع ہوگیا تھا، کسی مغل کی یہ مجال نہ تھی جو خندق کو عبور کرکے باہر جا سکے!

اب محبت خاں کو معلوم ہوگیا کہ اس نے شب خون مارنے کا قصد کرکے اپنے حق میں کانٹے بوئے ہیں، پٹھانوں نے عجیب عنوان سے اس کو اس کی فوج سمیت مقید کرلیا ہے۔ اس نے بہت دیر تک جان بچا کر نکل جانے کی تدبیروں پر غور کیا، کوئی تدبیر سمجھ میں نہ آئی! موت کی تصویر آنکھوں میں پھر رہی تھی۔ غنیمت تھا کہ فصیل قلعہ سے تیروں کی بوچھار موقوف ہوگئی تھی۔

محبت خاں جس برجی کے سامنے کھڑا غور کر رہا تھا، یکایک اس برجی سے روشنی ظاہر ہوئی! اس نے سر اٹھا کر دیکھا، حسن آرا بیگم فوجی لباس سے آراستہ ہتھیار بند، چہرے پر نقاب ڈالے کھڑی تھی اسے دیکھتے ہی محبت خان نے فرط ندامت سے سر جھکا لیا، حسن آرا بیگم چند منٹ تک خاموش کھڑی دیکھتی رہی۔ اس کے بعد ترنم پاش آواز میں محبت خاں سے خطاب کرتے ہوئے کہا:

"محبت خاں! رات کے وقت چوروں کی طرح یہاں آنا شان مردانگی کے خلاف ہے۔ تم بہادری کا دم بھرتے ہو، مغلوں میں تم سا دلیر و تجربہ کار سپہ سالار کوئی نہیں، مجھے نہایت تعجب ہے! تم نے ایسا بزدلانہ حملہ کرنا کیوں کر جائز رکھا، جن کی رگوں میں شریف خون ہے، جو لوگ شجاعت کے اصول جانتے ہیں وہ ایسے بزدلانہ کام کر سکتے؟ یاد رکھو، حکومت کرنے کے واسطے معمولی دل و دماغ نہیں ہوتے ہیں، بلکہ تم کو عقل سلیم و غور صمیم کی ضرورت ہے۔ تم کو خیال ہوگا، عمر علی سوبانی تمام دن جنگ آزمائی کرنے کے بعد آرام سے سوتا ہوگا، غفلت کی حالت میں چل کر قلعہ پر قبضہ کر لوں، ایک حد تک تمہارا خیال صحیح ہو سکتا ہے، لیکن اس کے نمک پروردہ کبھی غافل نہیں ہو سکتے، انھوں نے پہلے ہی کل انتظام درست کر لیا تھا، وہ جانتے تھے، جو لوگ دن کو بہادروں کے سامنے سے جانیں لے کر بھاگ جاتے ہیں، رات کی تاریکیوں میں چوروں کی طرح شیروں کو جال میں پھانسنے کی کوشش کرتے ہیں، اسی لئے انھوں نے پہلے ہی سے وہ سامان درست کر لیا جو ہر وقت دشمنوں کو مجبور و مغلوب کرنے میں مدد دے۔ تم یہاں آئے تھے کہ نواب سوبانی کو گرفتار کرو۔ مجھے اسیر کرکے اپنے بادشاہ سے سرخ روئی حاصل کرو، لیکن خدا کو منظور نہیں تھا، وہی ایک معبود ہے، جس کے سامنے اکبر اور سوبانی جھکتے ہیں، اسی خدا نے اکبر کو دہلی کا حکمراں بنایا اور سوبانی کو مالوہ کی نوابی دی ہے، وہ ظالموں کی مدد نہیں کرتا، مظلوموں کو تقویت دیتا ہے، چونکہ اکبر نے ہم بے گناہوں پر صرف اپنے زور و طاقت کے زعم میں چڑھائی کی ہے، اس لئے خدا نے ہماری مدد کی، صبح کو تم نے پٹھانوں

کی تلوار کا مزا چکھ لیا اور اس وقت اپنے مکر کا انجام دیکھ رہے ہو، تم مع اپنی فوج کے میرے اسیر ہو، رات بھر تم لوگ یہیں رکھے جاؤ گے، علی الصباح نواب سوبائی کے حکم سے تم سب اپنی جگہ سولی پر چڑھائے جاؤ گے۔ اگر تم لوگوں کو اپنی جان عزیز ہو تو ایک شرط پر میں تم لوگوں کو آزاد کر سکتی ہوں، تم اپنے سپاہیوں کو ہتھیار کھول کر میدان میں رکھ دینے کا حکم دو، اپنی پگڑی اور تلوار میرے حوالے کرو تو میں تم لوگوں کو خندق کے پار پہنچا دوں، یہ ہتھیار میرے پاس اس وقت تک کفول رہیں گے جب تک تم دوبارہ لشکرکشی کر کے تلوار کے زور سے حاصل نہ کر لو گے۔

بیگم تقریر کر کے خاموش ہو گئی۔ اس کا ایک ایک جملہ محبت خاں کے دل میں تیر و نشتر بن کر لگا، اگر اس کا اختیار ہوتا تو اس گستاخی کی سخت سزا دیتا۔ وہ بالکل ہی بے بس تھا۔ نہ پائے رفتن نہ جائے ماندن کا مصداق ہو رہا تھا وہاں ٹھہر کر صبح کا انتظار کرنے کے یہ معنی تھے کہ نہایت بے بسی کے ساتھ پٹھانوں کی خون ریز تلواروں کا ذبیحہ ہو جائے اور خندقوں کے عبور کرنے کا کوئی راستہ نہ تھا۔ بہت دیر تک غور کرتا رہا کوئی بات سمجھ میں نہ آئی خندقوں کا پانی ہل ہل کر اتنی جگہ پھیل گیا تھا۔ اور محبت خاں کے ہمراہیوں کے گھوڑوں کی ٹاپیں پانی میں بھیگی ہوئی تھیں، بہت دیر کے بعد اس نے مجز و بیت کے ساتھ کہا:

"حسن آرا! بادشاہ سے خودسری کرنے کا انجام خوب نہیں!"

حسن آرا: "بادشاہ کی ہوس بیٹیاں مجبور کرتی ہیں، کہ غیور نواب اور بیگمیں اپنی آزادی اور عزت قائم رکھنے کے لئے ہر قسم کی جد و جہد سے کام لیں، ہم لوگوں نے اکبر کی کوئی تقصیر نہیں کی، اُس کی مخالفت پر آمادہ نہیں ہوئے، لیکن اس نے صرف میرے حسن کی شہرت سن کر لشکرکشی کی حالانکہ وہ جانتا تھا کہ میں عمر علی سوبائی کی زوجۂ منکوحہ ہوں، اس کو شرعاً مجھے حاصل کرنے کا کوئی حق نہ تھا۔ جب بادشاہوں کے یہ طریقے ہوں تو ہم لوگ اپنی حفاظت پر مجبور ہیں۔"

محبت خاں: "(دل میں قائل ہو کر) اچھا! مجھے اب مٹنے کی کوئی اور تدبیر نہیں ہے۔"

حسن آرا: "نہیں میں نے جو طے کر لیا ہے، وہ ہو کر رہے گا۔"

محبت خاں: "بہادر مردوں کی کمر سے تلوار اور سر سے پگڑی اتروانا ان کی جان لینے سے بھی زیادہ اہم ہے!"

حسن آرا: "ہاں تم نے بہت سچ کہا، مگر جو بہادر نہ ہوں اور مردمی کا ادعا بھی رکھیں اُن کے ساتھ یوں ہی پیش آنا چاہئے!"

محبت خاں کو معلوم ہو گیا ۔ حسن آرا یوں کبھی جان نہ چھوڑے گی ۔ اُس نے جو حکم دیدیا وہ حکم ناطق ہوا ۔ اب اس کے سامنے دو صورتیں تھے ایک سے موت کا ہولناک منظر پیش ہوتا تھا ۔ اور دوسرے میں زندگی کی بہاریں دکھائی دیتی تھیں ۔ بہت دیر تک غور کرنے کے بعد اُس نے طوعاً و کرہاً ہتھیار رکھ دینا اور اپنی پگڑی دینا قبول کر لیا ۔ حسن آرا بیگم نے اُس کی تلوار اور پگڑی حاصل کر کے پٹھانوں کو حکم دیا کہ مغلوں کے ہتھیار کھول لیں اور چند کشتیاں خندقوں میں چھوڑ کر اُن کے ذریعہ سے مغلوں کو باہر نکال دیا جائے ۔

باب ۴

" خاقان اکبر کا پیام اور اس کا جواب "

محبت خاں غصہ سے کانپتا تھراتا خندق کے پار آیا ۔ جو مغل ، پٹھانوں کے ہاتھ سے بچ گئے تھے ، اس کے جلو میں تھے سب کے دلوں کو ایک ہی تیر غم نے چھید ڈالا تھا ۔ محبت خاں کی ناکامیاں تو ضرور اس قابل تھیں کہ وہ مالوہ کے جنگلوں میں خودکشی کر لیتا اور اپنا منحوس چہرہ خاقان اکبر اور اُس کے درباریوں کو نہ دکھاتا ۔ لیکن جو بدنما داغ اس کے دامن شجاعت پر لگا تھا ۔ وہ مرنے کے بعد بھی چھوٹنے والا نہ تھا ۔ یہ خبر ایسی تھی جو بجلی کی طرح اپنے واقعات کو تیزی کے ساتھ دارالسلطنت دہلی میں پہونچانے والی تھی ۔ اس کا خیال غلط نہ تھا ۔ بعض مغلوں اور چند مالوہ کے باشندوں نے دہلی جاکر عوام الناس کو ان واقعات کی اطلاع کر دی ۔

محبت خاں ابھی مالوہ کی پہاڑیوں اور جنگلوں میں سرگرداں پھر رہا تھا ۔ اس کے دل میں صرف ایک خیال کانٹے کی طرح کھٹک رہا تھا ۔ جلتے وقت اس کی پگڑی اور تلوار حسن آرا بیگم نے لے لی تھی ۔ جب تک بیگم کے ہاتھ سے ان دونوں چیزوں کو حاصل نہ کر لے ۔ وہاں سے دہلی جانا کسی طرح مصلحت نہ تھا ۔ مگر مجبوری تمام آرزوؤں اور خواہشات کو کند چھری سے ذبح کر ڈالنے کی عادی ہے ۔ محبت خاں بھی مجبور تھا ۔ اس کے پاس لڑنے مرنے والے سپاہی نہ تھے پٹھانوں کے رعب نے اس کی فوج کو متفرق کر دیا تھا ۔ بچے کھچے چند رفیق رہ گئے تھے اُنھیں ہمراہ لیکر سوبانی پر حملہ کرنا گویا اپنا گلا تلوار کی دھار پر رکھ دینا تھا ۔ وہ رات دن ایک فکر ، ایک دھن میں لگا رہتا تھا ۔ مگر کوئی صورت ذہن نشین نہ ہوتی تھی ۔

عمر علی سوبانی کو جب صبح گذرنے والے واقعات کا علم ہوا تو بیگم کی قدر و منزلت اُس کے دل میں اور زیادہ ہو گئی ۔ اُس نے دربار عام کر کے سب کے سامنے حسن آرا بیگم کی عقل و فراست کی تعریف

کرتے ہوئے اُس کے احسانات کا اعتراف کیا۔ اور خاقان اکبر کی ناشائستہ اور خلاف شان خسروی حرکت پر اظہار نفرت کرکے جملہ پٹھانوں سے آیندہ اپنی آزادی اور عزت پر قربان ہو جانے کا عہد کے کر سرداران فوج کو رخصت کر دیا۔

محبت خاں کے ناکام حملوں اور شکست کی خبر خاقان اکبر کو ہوئی، اس واقعہ نے اس کے دل کو صرف تکلیف ہی نہیں پہنچائی بلکہ انتقام لینے پر بھی آمادہ کر دیا۔ اُس نے خیال کیا۔ جب چھوٹی چھوٹی ریاستیں افواج سلطانی کو معرکوں میں شکست دے دے کر فتوحات حاصل کریں گی، تو رعب شاہی قائم نہیں رہ سکتا، آج سوہانی کو شرح دی جائے تو کل دوسری دوسری باج گذار ریاستیں سر اُٹھائیں گی، اور رفتہ رفتہ تمام ہندوستان میں بغاوت پھیل جائے گی۔ اس وقت بڑی مشکل کا سامنا ہوگا۔ شیر شاہ معمولی حیثیت کی شخصیت رکھتا تھا، مگر والد مرحوم کی چشم پوشیوں سے بڑھتے بڑھتے تخت دہلی حاصل کر لیا۔ اس لئے عمر علی سوہانی کی پوری گوشمالی کر کے اور دیگر راجوں اور نوابوں کی جراتوں کو کم کر دینا نہایت ضروری ہے۔ اُس نے ارکین سلطنت کو جمع کر کے اس باب میں مشورہ طلب کیا۔ ہر ایک نے الگ الگ اپنی رائے سے بادشاہ کو مطلع کیا۔ فروعات میں تو قریب قریب اختلاف تھا۔ لیکن اصول میں کوئی فرق نہ تھا، بالاتفاق سب کی رائے تھی کہ اس بار طرح دینا چاہئے۔ تھوڑی رد و قدح کے بعد قرار پایا کہ شہنشاہ اکبر کی طرف سے ایک سفیر مالوہ روانہ کیا جائے۔ وہ عمر علی سوہانی کو بادشاہ کی طرف سے ایک طلائی زنجیر اور ایک مرصع کار تلوار سے عمر علی سوہانی کی بیگم نہایت فہمیدہ اور چالاک ہے وہ مطلب سمجھ جائے گی اگر سوہانی اطاعت منظور کرے تو ٹھیک، ورنہ زبردست سپہ سالار کے ماتحت لشکر دے کر اس کی سرکوبی کے واسطے روانہ کر دینا چاہئے۔

یہ صلاح منظور ہوئی۔ دوسرے روز ایک ایلچی چند سپاہیوں کے ساتھ زنجیر طلائی اور شمشیر مرصع کار لے کر مالوہ کی جانب روانہ ہو گیا۔

چند روز میں منزلیں قطع کر کے قلعہ عیدل گڈھ پہنچ گیا۔ عمر علی۔ والی نے اس کی ویسی ہی عزت کی جو سلطانوں کے ایلچیوں کی کرنا چاہیئے۔ اس کے واسطے خاص طور پر دربار مرتب کیا گیا۔ جب عیدل گڈھ کے امراء دار ارکین حکومت جمع ہو گئے تو ایلچی طلب ہوا۔ اس کو نواب نے خلعت و انعامات سے سرفراز کرتے ہوئے مناسب مقام پر بیٹھنے کی اجازت دی۔ معمولی چند باتوں کے بعد مطلب کی باتیں چھڑیں۔

ایلچی نے شہنشاہ اکبر کی بہت سی تعریف کر کے مختصر و جامع الفاظ میں بادشاہ کا مافی الضمیر بیان کیا اور آخر میں طلائی زنجیر اور شمشیر مرصع کار پیش کی۔

عمر علی سوہانی زنجیر کو دیکھتے ہی برافروختہ ہو گیا۔ کشتی سے زنجیر کو اٹھا کر ٹکڑے ٹکڑے کرکے پھینک دیا اور تلوار میان سے نکال کر ایلچی سے کہا:

"تم اپنے مغرور بادشاہ سے جا کر کہہ دو کہ ہم ان دھمکیوں سے ڈرنے والا نہیں۔ اگر تم کو دہلی کے تخت و تاج پر ناز ہے، تو مجھکو بھی قلعہ عیدل گڈھ کی مضبوط فصیلوں اور یہاں کے شیر دل پٹھانوں پر فخر ہے۔ میں تم سے عزت و حرمت میں کسی طرح کم نہیں، دنیا میں ایک سے ایک زیادہ ہے۔ مانا کہ تم سلطان ہندوستان کے کہلاتے ہو۔ مگر کیا ضرورت ہے کہ ہر شخص تم سے ڈر جائے؟ جن بہادروں کے ہاتھ تلواروں کے قبضے پر ہوتے ہیں وہ کبھی ڈرنے والے نہیں۔ میں طلائی زنجیر کا منشا سمجھ گیا ہوں، یاد رکھنا عیدل گڈھ کے غیور سپاہی اپنی عزت و آزادی کے لئے آخری سانس تک جد و جہد سے باز نہیں آئیں گے۔ جس وقت دور سے اکبری فوجیں نظر آئیں گی تو وہ ان بھوکے شیروں کی طرح جو شکار پر پورا حملہ کرنے کے واسطے بھوکے رکھے جاتے ہیں، ٹوٹ پڑیں گے۔ اور ایسی گھمسان کی لڑائی ہوگی کہ شاید ہندوستان میں مہابھارت کے بعد سے ویسا ہولناک منظر کبھی پیش نہ ہوا ہوگا۔"

ایلچی: "آپ اس وقت غصہ میں ہیں اور غصہ کی حالت میں عقل سالم نہیں رہتی۔ اس لئے یہ جواب کوئی جواب نہیں، میں یہاں موجود ہوں، آپ رات کے وقت اپنے صلاح کاروں سے مشورہ کرکے کوئی معقول جواب دیجئے۔ جو میں اپنے شہنشاہ کی حضور میں گذارش کرسکوں۔"

عمر علی: "بس ایک جواب ہے اب سے اور اس وقت تک، جب تک عمر علی کے سینے میں نفس کی آمد شد ہے، بادشاہ میں اگر کچھ طاقت ہے، تو اپنی فوجوں کو لے کر یہاں آئے اور میرے پٹھانوں کی تلواروں کا مزہ دیکھے۔ ابھی کل کی بات ہے، محبت خاں فوج لے کر آیا، مقابلہ کیا آخر الامر ذلت و رسوائی اٹھا کر فرار ہو گیا۔ اس کی تلوار اور پگڑی میرے سلحخانے میں حفاظت سے رکھی ہے، کاش اکبر اسے امانت کر دلیں [illegible]۔"

عمر علی سوہانی کے چہرے سے رعب و جلال برس رہا تھا۔ اس وقت کسی میں اتنی قدرت نہ تھی جو نظر اٹھا کر اس کی طرف دیکھتا۔ دربار [illegible] خوف سے تصویروں کی طرح بے حس و حرکت اور خاموش بیٹھے تھے۔ ایلچی کو بھی کچھ اور کہنے کی جرأت نہ ہوئی، چپ چاپ [illegible] اٹھ کر اپنے خیمے پر آیا۔

عمر علی سوہانی کے مزاج کا [illegible] نے اس کو [illegible] کیا تھا [illegible]
آسی [illegible] کی طرف چل [illegible] کرتا ہوا [illegible]
[illegible] شہنشاہ اکبر [illegible]

کے دربار کے حالات بیان کئے اور وہ الفاظ دوہرائے جو عمر علی سوہانی نے حالت غیظ و غضب میں اپنی زبان پر جاری کئے تھے۔ تو اکبر فرط غضب سے بید کی طرح لرزنے لگا۔ غصہ سے منھ میں کف بھر آیا اور اسی وقت اپنے درباریوں کی طرف رُخ کرکے کہا:

آپ لوگوں نے اس خود سر نواب کے گستاخانہ کلمات سنے؟ اگر اس گستاخی کی سزا نہ دی گئی تو عزت سلطانی پر حرف آجائے گا۔ میں اس کی گوشمالی کروں گا، میری فوجیں اس کے غرور کو بہت جلد مٹا دیں گی (چوبدار کو طلب کرکے) تم ابھی جا کر جبیب خاں سپہ سالار کو حاضر کرو۔ وہ بہت سمجھدار شخص ہے، عیدل گڈھ کی فتح کا سہرا اسی کے سر رہے گا۔"

چوبدار شاہی آداب کرکے اُلٹے قدموں واپس چلا گیا۔ دربار میں پھر خاموشی چھا گئی، بادشاہ کی غضبناکی سے کسی شخص کو بولنے کی جرأت نہ ہوتی تھی۔ تھوڑی دیر بعد جبیب خاں حاضر ہوا۔ بادشاہ نے اس کی طرف دیکھ کر فرمایا:

"جبیب خاں! تم کو معلوم ہے، مابدولت نے اس وقت تم کو کیوں یاد کیا ہے؟"

جبیب خاں: "(ادب آموز انداز سے) ظل اللہ فرمائیں تو معلوم ہو۔"

اکبر: "میں تم کو ایک مہم پر بھیجنا چاہتا ہوں۔"

جبیب خاں: "یہ خانہ زاد بسر و چشم حاضر ہے۔"

اکبر: "مجکو تمھاری ذات پر بھروسہ ہے: (نواب مالوہ کے حالات دہرا کر) اس نے میری حضور میں نہایت گستاخی کی ہے، اس لئے تم فوراً بقدر ضرورت فوج ساتھ لے کر مالوہ روانہ ہو جاؤ ممکن ہو تو عمر علی سوہانی اور اس کی حسین بیگم کو زندہ گرفتار کر لاؤ، اگر زندہ نہ لاسکو تو عمر علی کو بہ حالت مردہ حاضر کرو۔ مگر اس کی بیگم کو نہ چھوڑنا۔ اسی نے میرے ایک سپہ سالار کو اپنی مکارانہ چالوں سے نہایت ذلیل و رسوا کیا ہے، اس لئے تم کو پوری ہوشیاری سے کام لینے کی ضرورت ہے ایسا نہ ہو محبت خاں کی طرح تم بھی اُس کے فریب میں آکر اپنے فرائض فراموش کردو۔"

جبیب خاں: "خانہ زاد ظل اللہ کے فرمان کی پوری پوری تعمیل کرے گا حسن آرا بیگم محبت خاں کو دھوکا دے گی جبیب خاں اس کے فریب میں آنے والا نہیں، خدا نے چاہا تو ظل اللہ کے اقبال سے بہت جلد دونوں میاں بیوی کو دربار میں حاضر کردوں گا۔"

اکبر۔ "اور میں تمھاری اس وفادارانہ خدمت کی وہی قدر کروں گا، جو میری شایان شان ہوگی۔ فتح حاصل کرنے کے بعد تم اپنے کو کسی صوبہ کا صوبہ دار سمجھو۔"

جیبب خاں :- اعلیٰ حضرت کی خادم نوازیوں سے ہم خانہ زادوں کو بھی توقع ہے"
اکبر :- جاؤ، خدا تم کو اس مہم میں کامیاب کرے"
جیبب خاں نے کھڑے ہو کر شاہی مجرا کیا۔ اکبر نے خلعت اور ایک تلوار سے سرفراز کیا اس کے بعد وہ وہاں سے اُٹھا، دربار برخاست ہوا۔ اسی روز جیبب خاں تھوڑی سی منتخب فوج لے کر عید گڑھ کی طرف روانہ ہو گیا:

باب ۵

"جیبب خاں کی عیاری"

جیبب خاں نے بادشاہ کے سامنے تو اقرار کر لیا کہ عمر علی سوہانی اور اس کی ناز آفریں جمیل زوجہ کو زندہ پکڑ لاؤں گا، لیکن واقعہ یہ ہے کہ خود اس کے دل کو بھی کامیابی کی امید نہ تھی۔ حیدر وزیر محبت خاں کا جو انجام ہوا وہ پیش نگاہ تھا۔ مالوہ کے پٹھان جب میدان جنگ میں صف آرا ہوتے تھے تو پھر جان کو جان نہیں خیال کرتے تھے، مرنے والوں کا جوش دبا دینا کسی کے امکان میں نہیں، جو شخص اپنے جی میں موت کی ٹھان لے اس سے عہدہ برائی مشکل ہے، یہی راز تھا جس نے محبت خاں کی کثیر التعداد فوج کو گھیرے ککڑی کی طرح کٹوا دیا۔ آخرکار وہ نہایت رسوائی کے ساتھ وہاں سے جان بچا کر بھاگا!
جیبب خاں نے ان واقعات پر غور کرنا شروع کیا۔ اُسے اچھی طرح معلوم تھا۔ عمر علی سوہانی سے میدان جنگ میں رزم آرا ہو کر جیتنا مشکل ہے، اس لئے بہتر یہی ہے کہ دھوکا دیا جائے۔ دھوکا دینے کی تدبیروں پر غور کرنا شروع کیا۔ دماغ پر بے حد زور دینے کے بعد ایک تدبیر ذہن نشین ہوئی۔ اس نے اس وقت ایک سردار کو بلا کر کہا:

مصطفیٰ خاں! تم نے محبت خاں کا انجام تو سنا ہو گا؟"

مصطفیٰ خاں :- جی ہاں"

جیبب خاں :- حسن آرا بیگم نہایت قابل اور ہوشیار بیگم ہے۔ علی الخصوص وقت پر تو ایسی تدبیر سوچتی ہے، جس کا جواب نہیں، مجھے ڈر معلوم ہوتا ہے، کہیں اس کے مقابلے میں ہزیمت نہ اٹھانا پڑے۔ تم اس معاملے میں کوئی رائے دے سکتے ہو؟"

مصطفیٰ خاں :- (غور کر کے) جس طرح بیگم نے محبت خاں کے ساتھ دھوکے دھڑی سے کام لیا، اگر ہم لوگ

کے دربار کے حالات بیان کئے اور وہ الفاظ دوہرائے جو عمر علی سوہانی نے حالت غیظ و غضب میں اپنی زبان پر جاری کئے تھے۔ تو اکبر فرط غضب سے بید کی طرح لرزنے لگا۔ غصہ سے منھ میں کف بھر آیا اور اسی وقت اپنے درباریوں کی طرف رُخ کر کے کہا:

"آپ لوگوں نے اس خود سر نواب کے گستاخانہ کلمات سنے؟ اگر اس گستاخی کی سزا نہ دی گئی تو عزت سلطانی پر حرف آجائے گا۔ میں اس کی گوشمالی کروں گا، میری فوجیں اس کے غرور کو بہت جلد مٹا دیں گی (چوبدار کو طلب کر کے)، تم ابھی جا کر حبیب خاں سپہ سالار کو حاضر کرو۔ وہ بہت سمجھدار شخص ہے، عیدل گڈھ کی فتح کا سہرا اسی کے سر رہے گا۔"

چوبدار شاہی آداب کر کے اُلٹے قدموں واپس چلا گیا۔ دربار میں پھر خاموشی چھا گئی، بادشاہ کی غضبناکی سے کسی شخص کو بولنے کی جرأت نہ ہوتی تھی۔ تھوڑی دیر بعد حبیب خاں حاضر ہوا۔ بادشاہ نے اس کی طرف دیکھ کر فرمایا:

"حبیب خاں! تم کو معلوم ہے، مابدولت نے اس وقت تم کو کیوں یاد کیا ہے؟"

حبیب خاں: "(ادب آموز انداز سے) ظل اللہ فرمائیں تو معلوم ہو۔"

اکبر: "میں تم کو ایک مہم پر بھیجنا چاہتا ہوں۔"

حبیب خاں: "یہ خانہ زاد بسر و چشم حاضر ہے۔"

اکبر: "مجھکو تمھاری ذات پر بھروسہ ہے: (نواب مالوہ کے حالات دہرا کر) اُس نے میرے حضور میں نہایت گستاخی کی ہے، اس لئے تم فوراً بقدر ضرورت فوج ساتھ لے کر مالوہ روانہ ہو جاؤ۔ ممکن ہو تو عمر علی سوہانی اور اس کی حسین بیگم کو زندہ گرفتار کر لاؤ، اگر زندہ نہ لا سکو تو عمر علی کو بہ حالت مردہ حاضر کرو۔ مگر اس کی بیگم کو نہ چھوڑنا، اس نے میرے ایک سپہ سالار کو اپنی مکارانہ چالوں سے نہایت ذلیل و رسوا کیا ہے، اس لئے تم کو پوری ہوشیاری سے کام لینے کی ضرورت ہے، ایسا نہ ہو محبت خاں کی طرح تم بھی اُس کے فریب میں پڑ کر اپنے فرائض فراموش کر دو۔"

حبیب خاں: "خانہ زاد ظل اللہ کے فرمان کی پوری پوری تعمیل کرے گا۔ حسن آرا بیگم محبت خاں کو دھوکا دے گی، حبیب خاں اُسکے فریب میں آنے والا نہیں، خدا نے چاہا تو ظل اللہ کے اقبال سے بہت جلد دونوں میاں بیوی کو دربار میں حاضر کر دوں گا۔"

اکبر۔ "اور میں تمھاری اس وفادارانہ خدمت کی وہی قدر کروں گا، جو میری شایان شان ہو گی۔ فتح حاصل کرنے کے بعد تم اپنے کو کسی صوبہ کا صوبہ دار سمجھو۔"

حبیب خاں:- "اعلیٰ حضرت کی خادم نوازیوں سے ہم خانہ زادوں کو یہی توقع ہے"
اکبر:- "جاؤ، خدا تم کو اس مہم میں کامیاب کرے"

حبیب خاں نے کھڑے ہو کر شاہی مجرا کیا۔ اکبر نے خلعت اور ایک تلوار سے سرفراز کیا۔ اس کے بعد وہ وہاں سے اٹھا، دربار برخواست ہوا۔ اسی روز حبیب خاں تھوڑی سی منتخب فوج لے کر عیدل گڈھ کی طرف روانہ ہو گیا۔

باب ۵

"حبیب خاں کی عیاری"

حبیب خاں نے بادشاہ کے سامنے تو اقرار کر لیا کہ عمر علی سوہانی اور اس کی نازآفریں و جمیل زوجہ کو زندہ پکڑ لاؤں گا، لیکن واقعہ یہ ہے کہ خود اس کے دل کو بھی کامیابی کی امید نہ تھی۔ حیدر وزیر محبت خاں کا جو انجام ہوا وہ پیش نگاہ تھا۔ مالوہ کے پٹھان جب میدان جنگ میں صف آرا ہوتے تھے تو پھر جان کو جان نہیں خیال کرتے تھے، مرنے والوں کا جوش دبا دینا کسی کے امکان میں نہیں، جو شخص اپنے جی میں موت کی ٹھان لے اس سے عہدہ برائی مشکل ہے، یہی راز تھا جس نے محبت خاں کی کثیر التعداد فوج کو گھیرے ککڑی کی طرح کٹوا دیا۔ آخر کار وہ نہایت رسوائی کے ساتھ وہاں سے جان بچا کر بھاگا!

حبیب خاں نے ان واقعات پر غور کرنا شروع کیا۔ اُسے اچھی طرح معلوم تھا۔ عمر علی سوہانی سے میدان جنگ میں رزم آرا ہو کر جیتنا مشکل ہے، اس لئے بہتر یہی ہے کہ دھوکا دیا جائے" دھوکا دینے کی تدبیروں پر غور کرنا شروع کیا۔ دماغ پر بے حد زور دینے کے بعد ایک تدبیر ذہن نشین ہوئی۔ اس نے اس وقت ایک سردار کو بلا کر کہا:

مصطفےٰ خاں! تم نے محبت خاں کا انجام تو سنا ہوگا؟"

مصطفےٰ خاں:- "جی ہاں"

حبیب خاں:- "حسن آرا بیگم نہایت قابل اور ہوشیار بیگم ہے۔ علی الخصوص وقت پر تو ایسی تدبیر سوچتی ہے، جس کا جواب نہیں، مجھے ڈر معلوم ہوتا ہے، کہیں اس کے مقابلے میں ہزیمت نہ اٹھانا پڑے۔ تم اس معاملے میں کوئی رائے دے سکتے ہو؟"

مصطفےٰ خاں:- "(غور کر کے) جس طرح بیگم نے محبت خاں کے ساتھ دھوکے دھڑی سے کام لیا، اگر ہم لوگ

ابھی اس کے ساتھ یہ ہیں پیش آئیں تو کامیابی کی قوی امید ہے۔"

حبیب خاں :۔ کہتے تو سچ ہو ابھی تک اُسے ہم لوگوں کی لشکر کشی کا حال بھی معلوم نہ ہوا ہو گا لیکن جب ہم لوگ اس کی سرحد میں داخل ہوں گے تو ریاست کے مقرر کئے ہوئے ہرکارے خبردار کر دیں گے۔

مصطفےٰ خاں :۔ ابھی سے کیوں نہ وہ تدبیریں اختیار کی جائیں جو ہرکارے ہمارے راز معلوم نہ کر سکیں ؟"

حبیب خاں :۔ (تجاہل عارفانہ کر کے) وہ کیا صورت ہے ؟"

مصطفےٰ خاں :۔ ہم لوگ عجمی سوداگروں کا بھیس بدل کر وہاں چلیں۔ اور مشہور کریں ایران سے مال تجارت لے کر دہلی گئے تھے اور اب عیدل گڈھ کی تعریف سن کر یہاں آئے ہیں، یہاں سے ایران واپس چلے جائیں گے۔"

حبیب خاں :۔ واقعی بہت صائب رائے ہے، اچھا تم ابھی سپاہیوں کو فرداً فرداً مطلع کر دو کہ ہر شخص اپنے آپ کو تاجر بتائے اور ہم لوگ بھی اپنی وضع تبدیل کر لیں۔"

تھوڑی ہی دیر میں فوج کا ہر سپاہی اپنے سپہ سالار کے حکم سے مطلع کر دیا گیا منچلے تلوریئے پورے پورے تاجر بن گئے۔ اور قافلہ عیدل گڈھ کی طرف روانہ ہوا۔"

عیدل گڈھ کی شہر پناہ کے باہر ایک قدیم سرائے تھی جس کا مالک ایک بڈھا پٹھان تھا۔ اس کا نام تو کچھ اور تھا لیکن سال خوردہ ہونے کی جہت سے خاص عام میں شیخ کے لقب سے یاد کیا جاتا تھا۔ اگرچہ اس نے ذلیل پیشہ اختیار کیا تھا، لیکن اس کی نسبی حالت بہت بہتر تھی اور یہی وجہ تھی کہ خود عمر علی سنہالی بھی کبھی کبھی اس کو سرفراز کیا کرتا تھا، شیخ نے عالم پیری میں بھی تنہائی کی زندگی کو ناپسند کرتے ہوئے چوتھا نکاح کیا تھا۔ موجودہ بیوی کا نام کلثوم تھا۔"

کلثوم خوش خو عورت تھی۔ اس کا حسن و جمال ان دنوں مالوہ میں ضرب المثل ہو رہا تھا جس کا رانی بیگم کے بعد کلثوم کا حسن تسلیم کیا گیا تھا۔ بڈھے شیخ کو اپنی نوجوان اور حسین بیوی سے دلی تعشق تھا۔ اگرچہ کلثوم کو طبعاً بوڑھے سے رغبت نہ ہونا چاہئے تھی۔ لیکن اس کی عفت آبی اور عصمت داری نے بوڑھے جوان کا فرق کوئی فرق نہ سمجھا، اور اپنے شوہر سے وہی محبت کی جو نیک نہاد اور وفادار خاتون کو اپنے شوہروں سے کرنا چاہئے۔"

عمر علی سنہالی ابتدا سے حسن پرست واقع ہوا تھا۔ اگر کسی حسین و جمیل عورت کی تعریف سنتا تو حتہ المقدور اس کی صحبت میں جانے کے وسائل تلاش کرتا۔ حالانکہ صحبت سے محض لطف صحبت مراد ہوتی۔ اس کا

نیت نیک رہتی ہر شخص کی عزت کا پورا پورا خیال رکھنا اس کا عام دستور تھا۔ اس بنا پر وہ اکثر کلثوم کے پاس آیا کرتا اور وہ بھی اس کی خاطر و تواضع میں کوئی کمی نہ کرتی، اپنے ہاتھ سے چاء تیار کرتی، کافی بناتی اور عمر علی سوہانی کو پلاتی کبھی کبھی خود بھی حسن آرا کی خدمت میں حاضر ہوا کرتی۔

عمر علی سوہانی کو بوڑھے شیخ اور کلثوم پر اعتماد تھا۔ اس کے اکثر راز ان دونوں کو معلوم تھے۔ بعض مخبری کی اہم خدمتیں انھیں دونوں کے سپرد ہوا کرتی تھیں اور یہ دونوں ایمان داری سے اپنے فرائض ادا کرتے تھے۔

یہ سب کچھ تھا لیکن وہ رشک جو فطرتاً پیدا ہو جایا کرتا ہے، بوڑھے شیخ کو عمر علی سوہانی کی جانب سے ہمیشہ متنفر رکھتا تھا۔ اس سے کسی طرح نہیں دیکھا جاتا تھا کہ عمر علی گھنٹوں اس کی زوجہ کے پاس بیٹھ کر بے تکلفی سے گفتگو کرے اس کا گانا سن سن کر رگ محبت کو متحرک کرے اور اس کے ہاتھ سے کافی اور چاء کے پیالے نوش کرے۔ یہی وہ باتیں تھیں جو اسے پے در پے آگ کے انگاروں پر لٹایا کرتی تھیں اور رات دن ایک فکر دامن گیر رہا کرتی تھی۔

عمر علی سوہانی کو اس راز کی اطلاع نہ تھی۔ وہ اب بھی ہمیشہ کی طرح کلثوم کے پاس آتا اس کے دلآویز نغموں سے لطف اندوز ہوتا اور چائے دل افروز سے آنکھیں سینک کر واپس جاتا۔

جب سے محبت خاں نے عیدل گڈھ پر حملہ کیا تھا۔ بوڑھا شیخ دل ہی دل میں تدبیریں سوچا کرتا، اس نے پورا پورا ارادہ کر لیا تھا، کہ اکبر کے کسی اعلیٰ افسر سے سازش کر کے عمر علی سوہانی سے انتقام لے۔ کلثوم سے بھی دبی زبان میں اپنا ارادہ ظاہر کیا تھا۔ پہلے تو کلثوم نے ہر ممکن طریقے سے اس کو اس خیال سے الگ کرنا چاہا، مگر شیخ نے ایک نہ سنی، آخر شوہر کی اطاعت پر کلثوم کو بھی مجبور ہو جانا پڑا، اس روز سے دونوں میاں بیوی اپنے کاموں کی انجام دہی کی فکر میں رہنے لگے۔

حسن اتفاق سے اسی سرائے میں حبیب خاں نے اپنے ہمراہیوں کے ساتھ آکر قیام کیا۔ کیوں کہ وہ عیدل گڈھ کی سرحد سے باہر اپنی فوج چھوڑ آیا تھا۔ اور صرف پچاس آزمودہ کار سپاہیوں کی معیت میں عیدل گڈھ پہنچا تھا۔

عمر علی سوہانی نے اور دوسرے انتظامات کے ساتھ اپنی ریاست میں جاسوسوں کا خاص اہتمام کیا تھا۔ اس کے چالاک آدمی ہر قسم کی خبریں معلوم کر کے روزانہ اس کی خدمت میں پہنچایا کرتے تھے۔ یہی وجہ تھی کہ اور ریاستوں کی طرح اس کی عمل داری میں بغاوتوں کا زور بہت ہی کم تھا۔ جہاں کسی نے سر اٹھایا اور اس کے جاسوسوں نے اطلاع کر دی۔ خبر دار ہوتے ہی اس نے کافی سزا دے کر رفع دفع کر دیا۔ بالخصوص

جب سے اکبری حملہ ہوا تھا، اس محکمے کو خاص طور پر وسعت دی گئی تھی۔ اور اس نے حتہ المقدور پورا بندوبست کرلیا تھا۔ مگر قضاؤ قدر سے کیا چارہ ہو؟ حبیب خاں کی چالاکی کا راز اس کے ہوشیار جاسوس بھی معلوم نہ کرسکے۔ بدقسمتی سے سب نے اس کو ایرانی النسل تاجر خیال کرلیا، جو ایران سے دہلی ہوتا ہوا نواب مالوہ کی خدمت میں حاضر ہوا تھا۔

عیدل گڈھ پہنچنے اور بوڑھے شیخ کی سرائے میں مقیم ہونے کے تیسرے روز عمر علی سوہانی نے اُسے باریابی کا شرف بخشا۔ حبیب خاں نے اپنا پارٹ نہایت خوبی سے ادا کیا۔ بہت سے تحفہ تحائف نذر گذرانے اور ان کے بدلے میں کافی انعام حاصل کیا۔ حسن آرا بیگم کے واسطے کچھ بیش بہا زیورات پیش کئے گئے جو نہایت نازک اور خوب صورت تھے۔ بیگم نے زیورات کو قبول کرتے ہوئے نہایت دریا دلی دکھائی اور بیشمار زر سرخ و سفید دے کر مالامال کردیا۔

بیگم کا حسن وہ حسن نہ تھا کہ حبیب خاں دیکھتا اور اثر پذیر نہ ہوتا۔ اس کی پہلی ہی نگاہ دل میں تیر بن کر اتر گئی اور وہ تڑپ کر رہ گیا۔

عیدل گڈھ میں ایک ہفتے سے زیادہ گذر گیا، لیکن اس درمیان میں اس کو کوئی موقعہ ایسا نہ ملا جو اپنی خدمت انجام دیتا۔ اس درمیان میں چند بار نواب کے محل میں طلب ہوا اور تھوڑی تھوڑی دیر بیٹھ کر واپس آیا۔

سب سے زیادہ اس کو حسن آرا بیگم کی فکر تھی چاہتا تھا کسی صورت سے اس بیگم کو رام کرکے اپنے عقد میں لے آئے اور بادشاہ کے خلاف بھی نہ ہو، رات دن اسی فکر میں ڈوبا رہتا تھا۔ اس نے اپنے مطلب کے موافق اکبر کی حضور میں چند عرضداشتیں بھی خفیہ طریقے سے ارسال کیں، اور ان کے جوابات سے بھی سرفراز کیا گیا۔ رفتہ رفتہ پورا ایک مہینا گذر گیا اور کوئی صورت کامیابی کی پیدا نہ ہوئی!

باب ۶

"جشن سالگرہ"

حبیب خاں کو دہلی سے متواتر تاکیدیں پہنچ رہی تھیں کہ جلد سے جلد اپنی خدمات کی تکمیل کرکے دارالسلطنت واپس آئے۔ خود وہ بھی اپنے دل میں خطرات محسوس کر رہا تھا۔ لیکن حسن آرا کی وہ محبت جو ایک بار صورت دیکھ لینے سے دل میں پیدا ہوگئی تھی، اُسے کسی طرف توجہ کرنے کی اجازت نہ دیتی تھی، رات دن

ایک دھن اور ایک فکر دامن گیر تھی، سوتے جاگتے ایک آفتابی چہرا اس کی آنکھوں میں چکا چوند پیدا کیا کرتا۔ وہ اپنے دل میں محبت کی باکیف سوزش محسوس کرتا اور اس کی لذت پاشیوں سے خود رفتہ ہوجاتا تا
ایک روز دوپہر کا وقت تھا، اس کے دل میں حسن آرا کا خیال بیا تھا، چند وفادار مصاحب اس کے گرد جمع تھے اور واقعات حاضرہ پر اپنے اپنے خیالات ظاہر کرنے میں مصروف تھے، لیکن حبیب خاں کو اُن کی باتوں سے کوئی دل چسپی نہ تھی۔ وہ تصور محبوب میں ڈوبا ہوا تھا، اور تخلیہ میں ہر قسم کے خیالات سے آزاد ہوکر صرف ایک خیال میں منہمک ہوجانا چاہتا تھا۔ اس واسطے اس نے بستر پر لیٹ کر ناسازیٔ طبیعت کا بہانہ کیا جس سے تمام لوگ اُٹھ اُٹھ کر اپنے ٹھکانوں پر چلے گئے اور حبیب خاں کو تھوڑی دیر آرام لینے کا موقعہ دیدیا۔
مہجوران محبت کو آرام کہاں، ان کے دن تڑپنے اور راتیں اختر شماری کے واسطے مخصوص ہیں۔ حبیب خاں بھی عیدل گڑھ پہنچنے کے تیسرے روز بلائے محبت میں گرفتار ہوگیا تھا۔ تخلیہ ہوتے ہی آنکھیں بند کرلیں اور خیال دلبر میں غرق ہوگیا۔ خیالات وہی تھے جو اکثر ان مواقع پر پیدا ہوجایا کرتے ہیں۔ لب خشک تھے اور آنکھیں خونفشاں۔ دل میں میٹھا میٹھا درد بھی اُٹھ رہا تھا۔
شاید تھوڑی دیر اس حالت میں گزری تھی کمرے کے بھڑے ہوئے پٹ کھل گئے۔ کھٹکا ہوتے ہی حبیب خاں کا سلسلۂ خیال منقطع ہوگیا۔ اس نے ناگواری کے ساتھ آنکھیں کھول کر دیکھا۔ کلثوم دبے پاؤں کمرے میں داخل ہوکر بستر کے پاس آکھڑی ہوئی تھی۔ حبیب خاں نے لاپرواہی سے نظریں ہٹا کر آنکھیں بند کرلیں۔ شاید اس برتاؤ سے یہ مقصد ہو کہ کلثوم بات کرنے کی جرأت نہ کرکے واپس چلی جائے۔ کلثوم نے مطلب تو سمجھ لیا، کیونکہ وہ بڑی چالاک اور فہمیدہ خاتون تھی، لیکن کمرے سے جانے کے بدلے نغمہ خیز آواز سے کہا:-
"آغا صاحب! میں جانتی ہوں، آپ کو میرا یہاں چلا آنا ناگوار ہے، حقیقت میں اذن حاصل کئے بغیر چوروں کی طرح کمرے میں گھس آنا۔ اخلاقاً اور رواجاً اچھا نہیں، مگر میں جو کچھ عرض کرنا چاہتی ہوں، وہ آپ کی بھلائی کے واسطے ہے۔"
حبیب خاں "رخیر تو ہے) میری طبیعت نادرست ہے، پھر کسی موقعہ پر تم سے سن لوں گا۔"
کلثوم "میں فوراً آپ کو خبردار کردینا چاہتی ہوں۔"
حبیب خاں "میرے سر میں شدید درد ہے، اس وقت سوچنے سمجھنے کے قابل نہیں۔"
کلثوم "تھوڑی دیر بعد سوچنے سمجھنے کا وقت گذر جائے گا، نواب کے وفادار پٹھان آپ کو گرفتار

کرے جائیں گے!"

حبیب خاں "کیوں"

کلثوم "آپ کا راز فاش ہو گیا!!"

حبیب خاں "(تجاہل عارفانہ کرتے ہوئے) کیسا راز؟"

کلثوم "یعنے آپ ایرانی تاجر نہیں، بلکہ مغل بادشاہ کے سپہ سالار حبیب خاں ہیں اور بادشاہ کے اشارے سے نواب مالوہ اور اس کی حسین و دانشمند بیگم کو گرفتار کرنے آئے ہیں!"

حبیب خاں یہ سنتے ہی بے تحاشہ اچھل پڑا، منہ پر ہوائیاں چھوٹنے لگیں۔ کئی مرتبہ گھبرا گھبرا کر کلثوم کے چہرے کی طرف دیکھا، اس کے یاقوتی لبوں پر تبسم نمایاں تھا۔

واقعہ یہ ہو کہ ایک روز حبیب خاں کی پس غیبت، کلثوم کو کسی ضرورت سے اس کے کمرے میں آنے کی ضرورت پڑی سوئے اتفاق سے وہ فرمان جو شہنشاہ اکبر کی طرف سے حبیب خاں کے نام روزانہ صادر ہوتے رہتے تھے اس وقت باہر پڑے تھے۔ کلثوم خوندہ عورت تھی، شاہی مہر دیکھتے ہی کھٹک گئی اور انکو اپنے قبضہ میں کرلیا جس ضرورت سے آئی تھی اس کے رفع ہوجانے کے بعد اپنے شوہر کے پاس واپس جا کر کل ماجرا بیان کیا۔ اس کو اس تازہ معلومات سے نہایت مسرت حاصل ہوئی جس تمنا میں عرصہ سے دن گن گن کر بسر کر رہا تھا اس کو اتنا جلد ایسی آسانی سے پورا ہوتے دیکھ کر اس کی باچھیں کھل گئیں عمر علی سوہانی سے انتقام لینے کا وقت آگیا تھا۔ وہ تھوڑی دیر تک حسب منشا تدابیر پر غور کرتا رہا۔ بڑے غور و خوض کے بعد اس نے کلثوم سے اپنا مافی الضمیر بیان کیا۔

پہلے تو وہ اپنے بادشاہ کے ساتھ بیوفائی کرنے سے ہچکچائی۔ کیوں کہ عمر علی سوہانی اور حسن آرا بیگم کے متعدد احسانات نے اس کے سر کو خم کر دیا تھا۔ لیکن شیخ کے اصرار نے بالآخر مجبور کرکے راضی کر لیا اور اس نے اپنے شوہر سے وعدہ کرلیا کہ بوجہ احسن حبیب خاں کو محل میں پہنچا دیا جائے گا۔ جہاں پہنچ کر وہ مناسب وقت کارروائی کرے گا۔

اس مشورہ کے بعد دونوں نے غور کرنا شروع کیا کہ حبیب خاں کو کیوں کر ہموار کرنا چاہیے؟ وہ اپنے آپ کو ایرانی تاجر بتاتا ہی، جب تک ہم دونوں پر پورا اعتبار نہ کرے گا کسی طرح اپنے رازوں کا انکشاف گوارا نہ کرے گا۔ عجب نہیں جو ٹھیک پاکر ہم دونوں کو صرف اس لئے مقید کرے کہ ہم ان رازوں کو کسی کے سامنے بیان نہ کرسکیں۔"

مکارانہ چالوں میں جنس لطیف زیادہ ہوشیار ہوتی ہو۔ اول تو ان کا حسن صورت ہی قلوب کو متاثر

کر دینے کے واسطے کافی ہوتا ہے، اس پر ادائے مطلب کی خوش اسلوبی آواز کی قدرتی شیرینی۔ اور خود فریفتہ کر دینے والی ادائیں جلد تر ہر کس و ناکس کو راہ پر لگا لیتی ہیں؟

شیخ اس راز سے واقف نہ تھا۔ اس نے اس کام کا بار بھی کلثوم کے سر ڈالا اور جس طرح بھی ممکن ہوا اسے اس امر پر رضامند کر لیا کہ وہ جبیب خاں کی راز دار بن کر عین سالگرہ کے روز ام سے مخفی سرنگ کی راہ سے نواب مالوہ کے محل میں پہنچا دے؟

وعدہ کرنے کے بعد سے کلثوم موقعہ اور وقت کی منتظر رہی سوئے اتفاق سے کبھی جبیب خاں سے تنہائی میں ملنے کا موقعہ نہ ملا آج خلاف معمول لوگوں کو کمرے سے نکل جاتے ہوئے دیکھا۔ دریافت کرنے پر علالت طبع کی کیفیت معلوم ہوئی۔ کلثوم اگرچہ تو عمر تھی لیکن اتنے ہی سن میں اس نے حسن محبت کے صدہا واقعات دیکھ ڈالے تھے۔ عورت اور وہ بھی خوب صورت عورت ہونے کی وجہ سے اتنا تجربہ ہو گیا تھا کہ آنکھوں سے راز محبت تاڑ لیا کرتی تھی۔ اس نے جبیب خاں کو دفعتہً مغموم ہو جاتے دیکھ کر معلوم کر لیا تھا کہ حسن آرا کے کاکل مشکیں و جمال زہد شکن نے اس پر بھی جادو کر دیا۔ اور یہ بھی جال میں پھنسے ہوئے شکار کی طرح کمند محبت سے آزاد نہیں ہو سکتا۔ اس لئے سمجھ لیا کہ ہو نہ ہو صدمہ فراق نے خاں صاحب کو تنہائی پسند کر دیا ہے۔ علالت کا بہانا ہی بہانا ہے۔ اس خیال سے وہ بے تکلف کمرے میں داخل ہوئی؟

جبیب خاں کو خائف دیکھ کر پہلے تو دقیق نظروں سے اُدھر دیکھ کر اندرونی کیفیات کا اندازہ کرتی رہی۔ پھر موقعہ پا کر بولی؟

خاں صاحب! مجھ سے راز پوشیدہ کرنے کی کوشش نہ کیجئے۔ میں آپ کی دوست ہوں، دشمن نہیں ہوں، اگر میرے دل میں بدی کا خیال ہوتا تو اس طرح بے دھڑک اطلاع نہ کرتی۔ میں نے ان فرمانوں کو دیکھا اور ان کا مضمون پڑھا ہے، جو وقتاً فوقتاً شہنشاہ اکبر کی جانب سے صادر ہوتے رہے ہیں! اور آپنے غفلت سے کام لے کر ان کو بے پروائی سے کھلا ہوا چھوڑ دیا تھا آپ کو معلوم نہیں عیدل گڈھ میں محکمہ سراغ رسانی کو اس قدر وسعت دی گئی ہے؟ یہاں کا فرد فرد جاسوس ہے۔ جو نواب کو روزانہ واقعات سے مطلع کرتا رہتا ہے۔ اگر ان لوگوں میں سے کسی کے ہاتھ وہ کاغذات لگ جاتے تو آپ کی خیریت نہیں تھی۔

جبیب خاں ؟ تو کیا ابھی تک وہ کاغذات نواب مالوہ کے ہاتوں تک نہیں پہنچے؟

کلثوم پہنچ تو جاتے۔ لیکن میں نے ترک کرائے۔

حبیب خاں: ۔ "میں تمہارا بہت ممنون ہوں"

کلثوم: ۔ "ممنون و مشکور ہونے کی ضرورت نہیں، نہ میں نے آپ کو مرہون منت بنانے کے واسطے یہ کام کیا ہے، چونکہ ہم میاں بی بی کو عمر علی سوہانی کے ہاتھوں سے اکثر رنج پہنچے ہیں، اس لئے اس کا انتقام لینا چاہتے ہیں، مگر اُس کی طاقت سے ٹکرا نہیں سکتے، وہ بڑا شہ زور شخص ہے۔ محبت خاں کا واقعہ تو آپ نے سنا ہی ہوگا، جب مغلوں کی کثیر التعداد فوجیں اس سے سر نہ ہو سکیں تو ہم دو آدمی کیا کر سکتے ہیں۔"

حبیب خاں (اُٹھ کر) "اچھا تو مجھ سے کیا چاہتی ہو؟"

کلثوم: "ہم لوگ چاہتے ہیں، آپ کے ہاتوں انتقام لے کر کلیجہ ٹھنڈا کریں۔"

حبیب خاں: ۔ "اس کی کیا صورت ہوگی؟"

کلثوم: "بہت آسان تدبیر ہے۔"

حبیب خاں: "کیا؟"

کلثوم: "نواب اور بیگم کو ہم دونوں پر اعتماد ہے، اس کے بعض راز ہم دونوں کو معلوم ہیں، اسی سرائے سے ایک زمین دوز راستہ نواب کے محل تک چلا گیا ہے۔"

حبیب خاں: "پھر؟"

کلثوم: "پرسوں نواب کی سال گرہ کا جشن منایا جائے گا۔ ہر شخص عیش و نشاط کی محفل برپا کرے گا نواب کے محل میں بھی خوب ناچ و رنگ ہوگا۔ آدھی رات کو سب لوگ غافل سو جائیں گے، اس وقت میں آپ کو سرنگ کی راہ سے محل میں پہنچا دوں گی اور آپ حسن آرا بیگم کو اپنے قبضہ میں کر کے نواب کو اسیر کر لیجئے گا اور بغیر لڑے بھڑے نکل جائیے گا۔ اگر لڑنا ہو تو ان دونوں کو گرفتار کرنے کے بعد غافل پٹھانوں پر ٹوٹ پڑیئے گا۔"

حبیب خاں: "اگر یہ کام پورا کرو تو میں شہنشاہ اکبر کی حضور میں تمہاری سفارش کر دوں گا۔"

کلثوم: "آپ اس کام کو ہوا ہی سمجھئے۔"

باب

محل پر حملہ

قلعہ عیدل گڈھ میں نواب عمر علی سوہانی کے جشن سال گرہ کی دھوم تھی۔ شہر میں آئینہ بندی کے ساتھ کثرت سے چراغاں کیا گیا تھا۔ دوکانیں آراستہ تھیں اور کوچہ و بازار میں جگہ جگہ پر ناچ گانے کی صحبتیں منعقد تھیں فوجی سپاہیوں کو عام اجازت دیدی گئی تھی کہ اپنے اپنے فرائض سے الگ ہو کر ساری رات خوشی منانے میں مصروف رہیں۔ امرائے شہر محل میں طلب کئے گئے تھے، جہاں ان کی ضیافت کے ساتھ ضیافت طبع کا بھی پورا پورا انتظام کیا گیا تھا۔

اُن لوگوں کو بالکل خیال نہ تھا کہ حکم قضا و قدر پیش آنے والا ہے، شہنشاہ اکبر کی فوجیں بھی بیٹھنے والی نہیں محبت خاں کی ٹھنڈی ٹھنڈی آہیں رنگ لائے بغیر نہ رہیں گی اور حبیب خاں اُن کی تاک میں لگا ہے۔ جس شیخ و کلثوم پر اسے کامل اعتماد تھا وہی معتبر اشخاص کوتہ اندیشی سے اس کی دولت و ثروت، عزت و ناموس اور جان کے دشمن بن کر حریف کو قلعہ میں پہنچا دینے کی سازش کر چکے ہیں۔

ساری رات قلعہ میں ناچ و رنگ ہوتا رہا۔ شاہی محل سے ترانوں کی آوازیں بلند ہو ہو کر فضائے عشرت و شادمانی کو متاثر کرتی رہیں۔ آدھی رات گذرنے کے بعد ہر شخص شل ہو کر سو گیا۔ پچھلے پہر کی نیندیں مشہور ہیں بقول شخصے سر پر ڈھول پیٹا جائے تو آنکھ نہ کھلے! بھلا پچاس ساٹھ نفروں کا دبے پاؤں آنا کیوں کر محسوس ہو سکتا ہے؟

بڈھا شیخ بہت سے جشن سال گرہ دیکھ چکا تھا۔ جانتا تھا اس موقعہ پر کیا کیا واقعات پیش آیا کرتے ہیں، اس نے اپنی معلومات سے فائدہ اٹھانے میں ذرا بھی غفلت نہ کی، آدھی رات کے بعد ہی حبیب خاں کے پاس آکر بولا۔

خاں صاحب! کام کا وقت آگیا۔ آپ کو تیار ہو جانا چاہئے۔

حبیب خاں: میں تیار ہوں۔

شیخ: آپ کے سپاہی؟

حبیب خاں: ہتھیاروں سے مسلح ہو کر میرے حکم کے منتظر ہیں۔

شیخ: تو بسم اللہ کیجئے۔

نصرٌ مِّن اللہِ فتحٌ قریب کہکر حبیب خاں کھڑا ہوگیا۔ شیخ اور کلثوم اسے مع اسکے پچاس ہمراہیوں کے ساتھ لے کر سرنگ میں داخل ہوئی اور تھوڑی دیر میں عمر علی سوہانی کے محل میں پہنچا دیا۔

حبیب خاں نے محل کو ضرورت سے زیادہ آراستہ پایا۔ تمام وہ ساز و سامان جو سلطانوں کے ایوان کی زینت ہوا کرتا ہے اس چھوٹے سے نواب کے محل میں افراط سے موجود تھا۔ پہرے دار، مہمان اور گھر کا مالک (عمر علی) رات بھر کی نیند کا خمار مٹانے کو غافل سو گیا تھا۔ چاروں طرف سکوت تھا مطربوں کے ساز خاموش تھے اور مغنیوں کی آوازیں گلوگیر ہو چکی تھیں۔ جھاڑ و فانوس کی بتیاں گھل گھل کر ختم ہو گئی تھیں، جو باقی تھیں وہ بھی دم توڑنے والے مریض کی طرح ہچکیاں لے رہی تھیں قطعہ

یا شب کو دیکھتے تھے کہ ہر گوشۂ بساط   داماں باغبان و کف گل فروش ہے
یا صبح دم جو دیکھئے آ کر تو بزم میں   نہ وہ ساز و سوز اور نہ جوش و خروش ہے

حبیب خاں بہ نظر غور دیکھتا بھالتا اس طرف بڑھا جدھر عمر علی اور حسن آرا بیگم کی موجودگی کا یقین تھا۔ اپنے سرفروش سپاہیوں کو محل کے باہر روک دیا تھا، کیونکہ وہ مسلمان تھا اور مسلمان نواب کی حرم میں نامحرموں کا لے جانا برا خیال کرتا تھا۔

یہ واقعہ اس کی عصمت ظاہر نہیں کرتا۔ اس نے حسن آرا بیگم کے متعلق جن خیالات کو قلب و دماغ میں جگہ دی تھی وہ اس کی اعلیٰ بدچلنی کی دلیل ہیں۔ بہر نوع وہ زاہد تھا مگر بے زہد، دوسروں کو حق کی تعلیم دیتا تھا اور خود مغلوب نفس ہو کر سیاہ کاریوں پر کمربستہ ہو جاتا تھا!

شیخ اور اس کی نوعمر جورو کلثوم حبیب خاں کو محل میں پہنچا کر بخوف جان سرنگ کی راہ سے واپس ہو گئی۔ حبیب خاں خوش تھا۔ قسمت نے اس کو اتنی آسانی کے ساتھ کامیاب کر دیا تھا۔ تھوڑی دیر میں عیدل گڈھ کا نواب مجرموں کی طرح اس کے سامنے رسن بستہ پیش ہونے والا تھا۔ بادشاہ کے دل خوش کن وعدے یاد آ رہے تھے اور وہ دل ہی دل میں ان سے محظوظ ہوتا ہوا آگے بڑھ رہا تھا۔

نواب عمر علی سوہانی کی خواب گاہ پر پہنچ کر اس کی آنکھیں از خود جھپکا گئیں۔ حسین تو بہت دیکھنے میں آئے مگر ایسا حسین آج ہی دیکھا۔ حسن آرا بیگم کے حسن دلفریب کی [illegible] [illegible] سے اندر سے چھوٹتے ہوئے پہلے بھی دیکھی گئیں تھیں، لیکن بے حجابانہ نظارہ آج ہی ہوا۔ اس کے دست و پا سنسنانے لگے۔ دل دھڑکنے لگا۔ باوجود غضب [illegible] تھام کر کھڑا رہ گیا۔

حسن آرا بیگم اپنے شوہر کے واسطے شربت لانے کو [illegible] [illegible] [illegible] جاگنے سے نواب کو [illegible] [illegible] محسوس ہونے لگی تھی۔ [illegible] [illegible] رہا تھا اس کی عادت تھی کہ

[illegible] ایک پیالہ شربت کا [illegible] سوئے۔ اگرچہ سیکڑوں لونڈیاں باندیاں موجود تھیں، جو بیگم کے اشارہ پر [illegible] حسن آرا نے اپنے شوہر کی اس خدمت کو اپنے ہاتھوں انجام دینا اچھا خیال کیا [illegible] کے دروازے پر ایک غیر شخص کو مسلح دیکھ کر چونک پڑی۔ عالم بے اختیاری میں زبان سے نکل گیا:

"تم کون ہو؟ اس طرح محل کے اندر کیوں آئے؟ کیا تم کو نواب کا ڈر نہیں؟"

حبیب خاں (اپنے کو سنبھال کر) میں مغل بادشاہ کا سپہ سالار ہوں۔ اس کے حکم سے سوہانی کو گرفتار کرنے آیا ہوں:

حسن آرا: اہا! میں سمجھ گئی، تم کو یہاں تک آنے میں اسی نمک حرام بوڑھے شیخ اور اس کی احسان فراموش زوجہ کلثوم نے مدد دی ہو گی۔ خیر! کوئی مضائقہ نہیں، صبح اس کو اس نمک حرامی اور بے وفائی کی کافی سزا دی جائے گی۔ تم نے غضب کیا جو اس طرح بے دھڑک چلے آئے۔ حالاں کہ یہاں پرندہ پر بھی نہیں مار سکتا۔ اگر تم کو اپنی جان عزیز ہو تو فوراً یہاں سے چلے جاؤ۔ میں نواب کو اس جرات اور گستاخی کی خبر نہ کروں گی۔"

حبیب خاں: "اوہو! تم مجکو ڈرانا چاہتی ہو، حالاں کہ تم اور تمھارا شوہر ہمارے ہاتھوں میں قید ہو چکے ہیں۔ پورے پانچ سو نبرد آزما مغل قلعہ کو گھیرے کھڑے ہیں، جو میرے ادنیٰ اشارے میں محل کے اندر گھس کر قتل و غارت شروع کر دیں گے۔ یہ میری مہربانی تھی جو میں نے محل کی کسی چیز میں ہاتھ لگانا مناسب نہ سمجھا۔ تم کو چاہیے ہو، میری حکم عدولی اور سرتابی نہ کرو، بتاؤ سوہانی کہاں ہے؟ اگر اس نے آسانی سے گرفتار ہو جانا قبول کر لیا تو وعدہ کرتا ہوں قلعہ کی کسی چیز کو ہاتھ نہ لگایا جائے گا۔"

حبیب خاں نے جان بوجھ کر حسن آرا کو دھوکا دیا، وہ پانچ سو نبرد آزما مغلوں کا باہر ہونا [illegible] کر کے مرعوب ہو گئی۔ جانتی تھی: آج کی رات اس کے بہادر پٹھان جشن منانے اور خوشی کرنے کے واسطے متفرق ہو گئے ہیں۔ زیادہ سے زیادہ چالیس پچاس آدمی فراہم ہو سکیں گے، وہ بھی جب تک جمع ہوں گے مغلوں کی تلواریں نہ معلوم کتنوں کو کاٹ کر ڈال دیں گی، اگر دو سو پٹھان بھی اس کی مدد پر موجود ہوتے تو شیر دل بیگم پانچ سو کیا معنے پانچ ہزار مغلوں سے نہ دبتی، وقت نے اسے مجبور کر دیا، گویا وہ اپنی آنکھوں سے سوہانی کے [illegible] اقبال کو غروب ہوتے اور فضاؤں پر تاریکی چھاتے دیکھ رہی تھی۔ اس نے تھوڑے [illegible] پیش کے بعد لہجہ نرم کر دیا۔ [illegible] کا [illegible] کر رہی تھی یا عاجزی سے اور [illegible] بولی:

[illegible] حسن آرا: حقیقت میں آپ [illegible] ہیں، پہلے میں نے خیال کیا تھا محبت خاں کی طرح آپ [illegible]

کوئی معمولی دل و دماغ والے ہوں گے ناواقفیت میں مجھ سے جو گستاخی ہوگئی ہو اُسے معاف فرماکر میری ایک عرض قبول فرمائیے۔ میں نے سنا ہے بہادر سپہ سالار کسی کی التجا رد نہیں کرتے ہیں۔

حبیب خاں" (تن کر) بیشک! میں بھی انھیں لوگوں میں ہوں، بالخصوص تمھارا کہنا تو ٹال ہی نہیں سکتا، کہو، مجھ سے کیا چاہتی ہو؟"

حسن آرا" چوں کہ آپ شریف اور بہادر ہیں بہادر کی قدر وہی جان سکتا ہے جو خود بھی شجاع ہو۔ غالباً میرے شوہر کی شجاعت و شہامت سے آپ کو بھی انکار نہ ہوگا؟ اس کی تلوار نے اکثر موقعوں پر حریفوں کے منھ پھیر دیئے ہیں، اس وقت وہ رات بھر کا جاگا ہوا پڑا سو رہا ہے، سوتے میں گرفتار کرنا بہادری نہیں۔ شیر کو جگا کر ہلاک کیا جاتا ہے، میری صرف اتنی خواہش ہے کہ آپ اتنی رات کی مہلت دیدیجئے جو باقی ہے، صبح کو جب وہ نیند سے بیدار ہوں اس وقت شوق سے اپنے شہنشاہ کے حکم کی تعمیل فرمائیے گا۔ آپ کے سپاہی ہمارے قلعہ کا محاصرہ کئے ہیں۔ اگر چاہیں تو ہم لوگ اُن کے درمیان سے بھاگ بھی نہیں سکتے۔ مجھے اُمید ہے، آپ میری اس خواہش کو مسترد نہ فرمائیں گے۔ دیکھئے! میں چھوٹے سے شہر کی با اختیار بیگم ہوں، ہر چند شہنشاہ اکبر کی ہم پلہ نہیں، پھر بھی ان سے لڑنے مرنے کو تیار ہو چکی ہوں، اور مقابلہ بھی کیا ہے، جو شخص شہنشاہ اکبر کے مقابل ہو کر لڑا ہو کم از کم اس کی بے جگری کی قدر کرنا چاہیئے میں آپ کے سامنے ہاتھ پھیلا کر بھیک میں دو گھنٹے رات کی مہلت طلب کرتی ہوں۔ اگر آپ میری التجا منظور فرمائیں گے تو کسی موقعہ پر انشاء اللہ اس کا صلہ دوں گی۔"

حبیب خاں کو بالکل خیال نہ تھا کہ اس کے سامنے اتنی عاجزانہ التجا پیش کی جائے گی۔ حسن آرا کی شیریں گفتاری طاقت لسانی مشہور تھی۔ وہ عجیب کشمکش میں پڑ گیا۔ اس محبت کی جہت سے جو بیگم کی طرف سے دل میں پیدا ہو چکی تھی، اس کا سوال رد کرنے کو دل گوارا نہ کرتا تھا۔ ایک طرف عتاب اکبری کا خوف روح تحلیل کر رہا تھا۔ وہ دیر تک سر جھکائے سوچتا رہا۔ اکبر اس جگہ سے دور تھا اور حسن آرا قریب آخر کار حسن کی فتح ہوئی، اور عشق مغلوب ہو گیا۔ حبیب خاں نے کہا:"

بیگم! مجھے خاقان اکبر کا حکم تو نہیں، لیکن تمھاری خواہش رد کر دینا میرے امکان سے باہر ہے، ہر چند مہلت دینے میں صدہا خطرات نظر آتے ہیں۔ لیکن تمھاری خاطر شکنی نہیں کر سکتا۔ صرف تمھاری سفارش سے سوہائی کو بقیہ رات کی اماں دی جاتی ہے۔"

حسن آرا" خاں صاحب! چند منٹ یہاں توقف فرمائیے۔ میں ابھی حاضر ہوتی ہوں، آپ ہمارے معزز مہمان ہیں، ہم پر آپ کی خاطر و تواضع فرض ہے۔ میں کچھ ماحضر کا انتظام کر آؤں۔"

حسن آرا بیگم نے جواب کا بھی انتظار نہ کیا فوراً چھلاوے کی طرح حبیب خاں کے سامنے سے چلی گئی۔ حبیب خاں نے تیر خوردہ ہرن کی طرح تڑپ کر دل پر ہاتھ رکھ لیا۔

تھوڑی دیر گذرنے کے بعد حسن آرا بیگم چند حسین و نوخیز کنیزوں کے جھرمٹ میں واپس آئی اور حبیب خاں سے بصد انکسار بولی:

خاں صاحب! اگرچہ آپ ہمارے ملک و مال، آزادی و حکمرانی کے دشمن ہیں، لیکن سر دست مہمان ہیں، اس لئے التجا کرتی ہوں کہ غریب خانے میں جو کچھ دال دلیا موجود ہے قبول فرما کر حقیر کو مشکور ہونے کا موقعہ دیں گے؟

حبیب خاں میں بہت سی خوبیوں کے ساتھ ایک عیب بھی تھا۔ مطلب کی باتوں کو خواہ وہ مکر و فریب ہی کیوں نہ ہوں، یقین کر لیتا تھا۔ حسن آرا کی خوش آیند باتوں کو سن کر سمجھ لیا کہ یہ حسینہ دل فریب بھی مجھ پر ریجھ گئی ہے، اب اس کو قابو میں لے آنا دشوار نہیں۔ اس لئے کچھ اس انداز سے سکوت اختیار کیا۔ جس کے معنی الخاموشی نیم رضا نکلتے تھے۔

حسن آرا بیگم نے کنیزوں کی طرف مڑ کر کچھ اشارا کیا۔ ایک زرّیں پوش و نازک اندام لونڈی نے آگے بڑھ کے ادب آموز انداز سے حبیب خاں کی کمر سے تلوار کھول لی اور قریب ہی ڈالی کھونٹی پر رکھا دی۔ دوسری کنیزیں آفتابہ اور طشت لے آئیں۔ معنبر و معطر پانی سے منہ ہاتھ دھلائے توشہ خانہ سے لباس مکلف طلب کر کے پہنایا گیا۔ اس کے بعد نہایت وسیع دسترخوان بچھایا گیا جس پر انواع و اقسام کی لذیذ و مرغن غذائیں چنی گئیں۔ حبیب خاں کو خواہش نہ تھی، لیکن حسن آرا کی خوشنودی حاصل کرنے کے واسطے تھوڑا بہت کھانا کھا لیا۔ حسن آرا بیگم نے آرام کرنے کی غرض سے ایک چھپر کھٹ کی طرف اشارا کرتے ہوئے کہا:

خاں صاحب! شاید شام سے آپ نے کمر کسی ہے، اب صبح ہونے کو ہے، تھوڑی دیر آرام فرمائیے کہ کسل مٹ جائے۔ نہ معلوم حبیب خاں نے ان فقرات کے کیا معنے نکالے کہ دل کی کلی کھل گئی بے عذر چھپر کھٹ پر پاؤں پھیلا کر لیٹ گیا!

حسن آرا بیگم کو موسیقی میں دخل تھا، اگرچہ وہ صاحب کمال موسیقار نہ تھی، تاہم بین اور ستار بہت مزے میں بجایا کرتی تھی، کبھی کبھی عمر علی کی خوشی کے واسطے گایا بھی کرتی۔ اس وقت بھی اس نے بین طلب کی اور حبیب خاں کے سامنے بیٹھ کر نہایت خوش اسلوبی سے بجانا شروع کی۔

تھوڑی دیر بین بجاتے گذری تھی کہ کنیزیں شربت انگور کے شیشے لے کر حاضر ہوئیں۔ بیگم نے

نہایت تکلف سے بلور کے گلاس میں شربت بھر کر جیب خاں کی طرف بڑھایا۔ جیب خاں کیفِ صحبت سے بالکل از خود رفتہ ہو گیا تھا۔ بے تکلف اس کے ہاتھ سے جام لے کر اس مضمون کا ایک شعر پڑھا اور گلاس کو لبوں سے لگا کر خالی کر دیا ؎

گر یار مئے پلائے تو پھر کیوں نہ پیجئے؟
زاہد نہیں، میں شیخ نہیں، کچھ ولی نہیں!

شربت کا حلق کے نیچے اترنا تھا کہ نیند کے جھونکے آنا شروع ہو گئے، لاکھ لاکھ جاگنے کی کوشش کی، ممکن نہ ہوا۔ سویا! اور گھوڑے بیچ کر سویا۔

باب ۸

"چھلاوہ نکل گیا!"

جیب خاں بہت غافل ہو کر سویا۔ صبح جب آفتاب طالع ہو کر ایوان حکومت کے کنگروں پر سنہری شعاعوں سے طلا آمیزی کرنے لگا، دھوپ کھڑکیوں سے چھن چھن کر کمرے میں داخل ہونے لگی تو اس کی آنکھ کھلی۔ خمار کی وجہ سے پہلے تو کچھ سمجھ نہ سکا۔ جب تھوڑی دیر آنکھیں ملتے گذر گئی تو گذرے ہوئے واقعات یاد آنے لگے۔ اس نے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر چاروں طرف نگاہ دوڑائی۔ کمرہ دلِ مایوس کی طرح بالکل خالی پڑا تھا! نہ تو حسن آرا بیگم ہی موجود تھی نہ اس کی سمن اندام و گل پیرہن کنیزوں کی صورتیں دکھائی دیتی تھیں! کمرے کے دروازے باہر سے بند تھے۔ جیب خاں گھبرا کر اٹھ بیٹھا، چند بار "حسن آرا! حسن آرا!" کہہ کر آوازدی مگر کوئی جواب نہ ملا البتہ تکیہ کے سرہانے سے ایک لفافہ ملا، جس پر "جیب خاں سپہ سالارِ اکبر" تحریر تھا۔ لفافہ دیکھ کر جیب خاں کی آنکھیں کھل گئیں، یقین ہو گیا کہ میرے ساتھ بھی کوئی فریب کیا گیا! بحالت تاسف میں قیدک چاک کر کے، خط نکالا اور اس کا مضمون پڑھنا شروع کیا۔

خط زنانہ شان پیدا کر رہا تھا، عبارت نہ تو مطول تھی نہ مختصر، لیکن ایک ایک فقرہ اس کے دل دکھانے کو تیر و نشتر بن گیا تھا۔ حسن آرا نے تحریر کیا تھا:

جناب خاں صاحب!

"آپ نے میری عاجزانہ استدعا کو شرف قبول عنایت فرماتے ہوئے ماحضر تناول فرما کر

عزت افزائی کی اس لئے مجھ کو اظہار شکر گذاری فرض ہی۔ تاہم میں آپکی دانائی یا رحم کی قائل نہیں ہو سکتی، جہاں تک غور کرتی ہوں اس ذرہ نوازی کے دو وجوہ سمجھ میں آتے ہیں، اول تو آپ کو اپنی شجاعت پر غرہ تھا اور آپ کے سرفروش سپاہی قصر کو چاروں طرف سے گھیرے ہوئے تھے، جس سے ہم لوگوں کا جان بچا کر نکل جانا آپ کے نزدیک ناممکن تھا۔ دوسرے میرے حُسنِ ظاہر نے آپ کو از خود رفتہ بنا کے نیک و بد سوچنے کا موقعہ نہیں دیا، میں نے جو کچھ کہا، اُس کو آپ بلا پس و پیش قبول کرتے گئے، چوں کہ میں آزاد نہیں، عمر علی سوہانی کے عقد نکاح میں ہوں اور کسی غیر مرد کا میری طرف دیکھنا شرعاً ناجائز ہی، اس لئے آپ کی طرف بہتر خیالات قائم رکھنے سے مجبور رہوں۔ آپ کی اس کمزوری کو دیکھتے ہوئے معلوم ہوتا ہی کہ آپ نہ تو بہادر ہیں، نہ فرائض منصبی ادا کرنے کی اہلیت و قابلیت رکھتے ہیں۔ وہ لوگ جو مرد میدان ہیں، وہ لوگ جو اپنے آقا کے احکام پر سر تسلیم خم کرتے ہیں، ان کو صورت اور حسن سے کوئی سروکار نہیں ہوتا، اُن کا مقصد صرف ایک ہوتا ہی وہ اپنے آقائے ولی نعمت کے فرمان کی تعمیل کو جملہ باتوں پر مقدم رکھتے ہیں۔ از بسکہ میں نے آپ کی کمزوریوں کو جلد سے جلد محسوس کر لیا تھا، اس لئے انھیں آلات سے حملہ کیا آپ میرے حُسن پر فریفتہ ہوگئے، میں نے اس حُسن کو ذریعۂ نجات بنا لیا، اپنی عزت کے ساتھ ہی اپنے شوہر کی جان بچائی، اگر چاہتی تو آپ کو غفلت کی حالت میں قتل کرا سکتی تھی، مگر یہ فعل کفرانِ نعمت اور ناحق شناسی پر محمول ہوتا، میں نے جان لینا اچھا نہ سمجھا، مال آپ کے حوالے کرکے جاتی ہوں، اگر تقدیر میں ہی، اور عمر علی سوہانی کے بازوؤں میں کھوئی ہوئی ریاست واپس لینے کی طاقت ہی، تو انشاء اللہ کبھی نہ کبھی عیدل گڈھ پھر ہمارے زیر نگیں ہوگا۔

جب تک آپ اس خط کو پڑھیں گے، اُس وقت تک ہم لوگ یہاں سے بہت دور نکل گئے ہوں گے بے فائدہ میری تلاش کی زحمت نہ کیجئے گا۔ اب میں آپ کے ہاتھ نہیں لگ سکتی، چونکہ آپ نے کسی وجہ سے میری خواہشات قبول کرکے احسان کیا ہی، اس لئے وعدہ کرتی ہوں، کسی موقعہ پر اس احسان کا معاوضہ ادا کروں گی کیوں کہ میں محسن شناس ہوں احسان فراموشی کو اول درجے کی کم ظرفی سمجھتی ہوں۔ آپکا خدا حافظ و ناصر میں ہوں

"حُسن آرا"

خط پڑھتے ہی کل باتیں روشن ہوگئیں، حسن آرا بیگم کے نکل جانے سے اس کو نہایت ملال ہوا، دونوں ہاتوں سے سر تھامے ہوئے دیر تک دل ہی دل میں کچھ سوچتا رہا۔ شہنشاہ اکبر نے چلتے وقت تاکید کر دی تھی حسن آرا کے مقابلے میں پوری احتیاط سے کام لینا، حبیب خاں اس چالاک و دور اندیش عورت کی وجہ سے ذلیل ہو کر جنگلوں میں مارا مارا پھرا تھا، باوجود فہائش بھی اس نے، نفرتوں میں آکر ناکامی اٹھائی تھی، دل میں طرح طرح کے خیالات بھرے ہوئے تھے تھوڑی دیر کے بعد اس کے ہمراہیوں نے محل میں داخل ہو کر حبیب خاں کو کمرے سے نکالا۔ اس وقت شرمندگی کے ساتھ غصہ بھی تھا اس نے بہت سے آدمیوں کو عمر علی سوہانی اور حسن آرا بیگم کی تلاش میں روانہ کیا اور خود بھی چند سواروں کی معیت میں ایک پہاڑ کی جانب چل کھڑا ہوا۔

عیدل گڑھ سے تھوڑے فصل پر پہاڑوں کے دامن میں ایک دریا روانی کے ساتھ بہا کرتا تھا، اس کی نغمہ زار روانی گرد و پیش کے مناظر کو اثر موسیقیت سے محزوج کیا کرتی تھی، آفتاب وسط السما پر اپنی تابناکیوں کا تماشہ دکھا رہا تھا، دشت و جبل اس کی شعلہ خوئی سے تپ اٹھے تھے، لیکن دریا کے پانی نے اب تک گرمی محسوس نہ کی تھی، اس کے کلیجے میں قدیمی خنکی بھری تھی، پہاڑ کی چوٹی سے اس کی روانی کا تماشہ نہایت نظر کش تھا۔ ہوا کے جھونکے پانی کو معشوقانہ انداز سے بہنے کی ترغیب دے رہے تھے، دل فریب لہریں کچھ اس انداز سے اٹھ رہی تھیں گویا کسی حسینہ حور جمال کی پشت پر سنہری زلفیں لہرا رہی ہیں، آفتاب کی نور پاش کرنیں سطح آب پر مرتعش نظر آتی تھیں۔

حبیب خاں نے پہاڑی کی چوٹی سے کھڑے ہو کر منظر پر نگاہ کی، ہنوز نظارگی میں منہمک تھا کہ ایک طرف نظر جا پڑی، اس نے دیکھا عمر علی سوہانی، اپنے شاہانہ لباس میں ساحل کے قریب چاروں شانے چت پڑا ہے، دست و پا میں جنبش کی قوت باقی نہیں، اگرچہ دور سے پوری کیفیت نظر آنا محال تھا لیکن قرینے سے معلوم ہوتا تھا چہرے سے رنگ حیات اڑ چکا ہے، اس کے قریب ہی حسن آرا بیگم اس طرح تڑپ رہی تھی جیسے ماہی گیر نے ایک خوبصورت مچھلی کو پانی سے نکال کر خشکی میں ڈال دیا ہو اور وہ پھڑک پھڑک کر دلی اضطراب و التہاب کا عبرت آگیں نظارہ پیش نگاہ کر رہی ہو۔

فضائیں تاثرات غم سے مملو تھیں، دامن کوہ حسن آرا کی دل خراش فریادوں سے گونج رہا تھا اس وقت کا عالم عجب عالم تھا کیسا ہی سنگ دل کیوں نہ ہوتا حسن آرا بیگم کے حسرت پاش بین سن کر غمگین و ملول ہو جاتا۔ حبیب خاں بھی ان نوحوں سے از خود رفتہ ہو گیا، جو حسن آرا کی زبان سے الم آفریں سروں میں نکل رہے تھے۔ اس کا سارا غصہ غائب ہو گیا۔ دونوں ہاتوں سے کلیجہ سنبھالے پہاڑی

سے اُتر کر حسن آرا کے قریب گیا، اور ہمدردی کے طریقے پر اُس کی طرف دیکھنے لگا اس وقت اس کی نگاہوں سے درد ٹپکا پڑتا تھا۔ کچھ بولنے کی جرأت نہ ہوئی، ایک کنارے خاموش کھڑا ہو گیا۔

حسن آرا نے نگاہیں اُٹھا کر اس کی طرف دیکھا، یہ وہی نگاہیں تھیں جو کسی زمانے میں برق پاش و افسوں ساز، فتنہ زا و دل ستاں وغیرہ وغیرہ کہلائی جاتی تھیں، مگر اب ان میں نہ سحر تھا، نہ بجلیاں گرانے والی قوت، فتنوں کی بارش کر سکتی تھیں، نہ دل ستائی! البتہ حسرت و یاس کا معدن یا حزن و ملال کا مخزن ہو رہی تھیں۔ اس نے اشک خونی بہاتے ہوئے کہا۔

خاں صاحب! جس کے واسطے میں نے ریاست و امارت چھوڑ دی، جس کی جان بچانے کے واسطے، آپ کو فریب دیا، اور ایک حد تک اپنے مقصد میں کامیابی حاصل کر لی، آہ اُس کو دست قضا و قدر سے محفوظ نہ رکھ سکی، دیکھئے، عبرت و حسرت کی نگاہوں سے دیکھئے! یہ وہی نواب آپ کے سامنے بے حس و حرکت پڑا ہے جس کی تلوار کا لوہا، ہندوستان میں مشہور تھا جس کی بہادری نے شجاعوں کے چھکے چھڑا دیئے تھے۔ جس کی تلوار کی آنچ محبت خاں سا سپہ سالار نہ سہ کر میدان سے فرار ہوا تھا آہ وہی کس بے بسی کے عالم میں مبتلا ہے موت نے اس کا سارا کس بل نکال ڈالا، اب اس کے قوی پنجہ میں تلوار کا قبضہ پکڑنے کی قوت نہیں، اس کے قدموں میں کھڑے ہونے کی طاقت نہیں، وہ مر گیا، اور اب کسی طرح زندہ نہیں ہو سکتا۔ یہی وہ عیش پسند نواب تھا، جسے بستر گل پر بھی خلش محسوس ہوتی تھی، فرش قاقم و سنجاب پر پاؤں رکھنا ناگوار تھا آہ آج کس بیکسی کی حالت میں پتھریلی زمین پر بے جان پڑا ہوا ہے، عبرت! عبرت! فاعتبروا یا اولی الابصار"

حبیب خاں سے تحمل نہ ہو سکا بے اختیار آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ دل تو یہی چاہتا تھا مغموم و محزوں بیگم کی دل سوزی و دل جوئی کرے۔ لیکن شہنشاہ اکبر کا حکم یاد آ کر اُسے تعمیل امر کی طرف ڈھکیل رہا تھا، دیر تک کشمکش میں مبتلا رہ کر جواب دیا۔

حسن آرا! آخر واقعہ کیا گذرا، صبح کو یا صبح سے قبل تک تو عمر علی کی علالت کا حال معلوم نہ ہوا تھا۔

حسن آرا۔ آہ! میری تقدیر کا لکھا پیش آیا۔ آپ کو غافل کرنے کے بعد میں نے اس کو بیدار کر کے کل واقعہ بیان کیا اور چھپ کر نکل بھاگنے کا مشورہ دیا۔ پہلے تو اُس نے اس نامردے پن سے صاف انکار کر دیا، وہ مرد میدان تھا، بہادروں کی طرح میدان جنگ میں کٹ مرنا پسند کرتا تھا، لیکن میرے

اونچ نیچ سمجھانے سے رضامند ہوگیا۔ ہم دونوں سرنگ کی راہ سے ہوکر فرار ہوئے جنگل سے گذرتے ہوئے اس پہاڑی تک آئے خیال تھا کہ کشتی پر بیٹھ کر کہیں نکل جائینگے۔ افسوس! پہاڑی سے اترتے وقت عمر علی سوہانی کا پاؤں پھسل گیا، اس نے لاکھ لاکھ سنبھلنے کی کوشش کی، مگر نہ سنبھل سکا، آخر حکم قضا و قدر پیش آیا۔ جس وقت میں بیتابانہ دوڑتی ہوئی اس کے قریب پہنچی ہوں، اس وقت نواب کا رشتۂ حیات قطع ہوچکا تھا۔

حبیب خاں۔ (افسوس کرتے ہوئے) بیگم! حقیقت میں نہایت سخت واقعہ ہے، مجھے تم سے دلی ہمدردی ہے، فرمائیے مجھے کیا خدمت انجام دینا چاہیئے؟"

حسن آرا۔ (اشک حسرت بہاتے ہوئے) خاں صاحب آپ کو شہنشاہ اکبر نے حکم دیا تھا کہ سوہانی کو زندہ یا مردہ دربار میں حاضر کیا جائے۔ سوہانی مرگیا۔ لیکن اس کی لاش آپ کے قبضے میں ہے آپ اپنے بادشاہ کے احکام کی تعمیل کیجیے مجھے اسیر کر لیجیے اور نواب کی لاش اٹھوا کر لے چلیے۔ اتنا لحاظ رہے کہ یہ لاش ایک بہادر نواب کی ہے، وہ مرگیا ہے، اس کے بازوؤں میں مدافعت کی قوت باقی نہیں ہے، اس لئے حفظ مراتب کا لحاظ واجب و لازم ہے"

حبیب خاں۔ "حسن آرا بیگم! تم اطمینان رکھو سوہانی کی اہانت نہ کی جائے گی، اگرچہ قسمت نے تم کو بے یار و مددگار کر دیا ہے لیکن تم عیدل گڈھ کی دانش مند بیگم ہو۔ اسیر اور مقید وغیرہ الفاظ تمھاری شان کے خلاف ہیں میں تم کو مناسب اعزاز کے ساتھ دربار شاہی تک لے چلوں گا"

باب ۹

"سوہانی کی لاش اکبر کے دربار میں"

حبیب خاں نے اہتمام کے ساتھ نواب عمر علی سوہانی کا تابوت اٹھوایا۔ ایک فنس پر حسن آرا بیگم کو سوار کیا اور آگرے کی طرف روانہ ہوگیا (ان دنوں اکبر آگرے میں مقیم تھا) اس قافلے کے ساتھ بوڑھا شیخ اور اس کی نوجوان بیٹی بھی تھی۔ ان دونوں کو اپنے کیے سے بہت پشیمانی تھی لیکن وقت گذر چکا تھا اور اس کی تلافی ہو ہی نہ سکتی تھی کہ دو روزہ کی گھڑیوں میں حسن آرا بیگم کا ساتھ دے کر اپنی بے وفائی کے عیب کو وفاداری کے رنگ میں [illegible]۔

حبیب خاں کے آگرے پہنچنے سے قبل ہی اکبر کے ہرکاروں نے ان واقعات کی اطلاع کر دی

تھی۔ خود اکبر کو بھی اس واقعہ نے متاثر کر دیا تھا۔ اس کا وہ غصہ جو سابق میں پیدا ہو گیا تھا اب رحم و کرم سے بدل چکا تھا اور چاہتا تھا، مرنے والے کی روح پر احسان کر کے حُسن آرا کے دل سے اس کدورت کو مٹا دے جو اس واقعہ سے پیدا ہو گئی ہے، اور وہ یوں ہی مٹ سکتی ہے کہ عمر علی سوانی کی لاش شاہانہ اہتمام سے اٹھوا کر کسی اچھی جگہ دفن کر دی جائے۔ قبر پر ایک خوشنما گنبد تعمیر کر دیا جائے جو ایک مدت تک اُس کی یاد تازہ کرتا رہے اور آئندہ آنے والی نسلیں اس کے بہادرانہ کارناموں اور عبرت انگیز موت سے خبردار ہوتی رہیں۔"

حبیب خاں کی خدمات نے بھی اس کو خوش کر دیا تھا۔ اس کو اپنا وعدہ یاد تھا جو حبیب خاں کو رخصت کرتے وقت کیا گیا تھا۔ جب سے اُس کے آنے کی اطلاع پائی تھی دل ہی دل میں خیال کر رہا تھا کہ حسب وعدہ کسی صوبہ کا صوبہ دار کر دینا چاہیئے۔ کاش وہ نوشتہ قسمت کو معلوم کرنے کی طاقت رکھتا ہوتا تو سمجھ لیتا، کہ انسانی منصوبے کس قدر بے اصل در کمزور ہوا کرتے ہیں، جو خیال دل میں پیدا ہو کر عملیت کا جامہ پہننا چاہتا ہے بالآخر اس کا عکس وقوع پذیر ہوا کرتا ہے!"

حبیب خاں سوانی کی لاش اور حُسن آرا بیگم کو لے کر آگرے میں داخل ہو گیا، اسیر بیگم اور مرحوم نواب کا تابوت دربار میں پیش کیا گیا۔ بادشاہ کا غصہ تو پہلے ہی رحم و کرم کی صورت میں تبدیل ہو چکا تھا، اُس نے چند کلمات تعزیت کہنے کے بعد اراکین سلطنت کو حکم دیا کہ مرحوم نواب کی لاش عزت و احترام کے ساتھ دفن کر دی جائے، لیکن غیور حُسن آرا نے اس حکم سے اختلاف کرتے ہوئے نہایت نڈری سے کہا:"

کبھی نہیں! میں اس ذلت کو ہرگز گوارا نہیں کر سکتی، جس کی وجہ سے نواب کی جان گئی، جو ہمیشہ حریف زبردست کے مقابلے میں تیغ بکف رہا، مرنے کے بعد اُس پر حریف کا احسان ہو، میں کبھی برداشت نہیں کر سکتی۔ ہر چند میں مفلوک الحال بیوہ ہوں، میری ریاست و امارت میرے ہاتھ سے نکل گئی ہے اور مجھ میں اتنی مقدرت باقی نہیں کہ اپنے شوہر کو اُن کے مرتبے اور شان کے مطابق دفن کر سکوں۔ تاہم اتنا سرمایہ اس وقت بھی میرے پاس موجود ہے کہ متوسط الحال شرفا کی طرح اپنے شوہر کی میت کو اپنے صرف سے دفنا سکوں، ظل اللہ میرے ساتھ کوئی رعایت کرنا چاہتے ہیں، تو اپنے خادموں کو حکم فرما دیں کہ وہ مجھ سے روپیہ لے کر میرے شوہر کو عزت کے ساتھ سپرد زمین کر دیں۔

ہر چند اکبر نے کوشش کی کہ حُسن آرا بیگم اس کا حکم مان لے لیکن غیور بیگم کی حمیت نے نہ مانا آخر کار بادشاہ نے کل معاملات اس کی مرضی پر چھوڑ دیئے خدام کو احکام نافذ کئے گئے اور عیدل گڈھ کی بے کس

بیگم کی فرماں برداری کی تاکید کی گئی۔"

سوہائی کی میت بڑے تزک و احتشام سے اُٹھائی گئی۔ شہنشاہ اکبر اپنے نورتن سمیت شاہانہ جنازہ کو شاہی قبرستان تک گیا۔ تابوت کے آگے پیچھے اکبری فوجیں تھیں، جو ماتمی باجہ بجا رہی تھیں۔ شہر کے جملہ وضیع و شریف جلو میں تھے اور حُسن آرا بیگم پالکی میں اشک بہاتی ہوئی ساتھ تھی۔ شہر کی گلیوں اور بازاروں سے مجمع گذرتا ہوا، قبرستان پہنچ گیا اور وہ منزل آ گئی جہاں پہنچنے کے بعد تمام دنیوی تعلقات قطع ہو جاتے ہیں، جسد خاکی خاک میں مل جُل کر چند دنوں کے بعد فنا ہو جاتا ہے اور یہ بھی معلوم نہیں ہوتا کہ وہ مجسمہ پردۂ دنیا پر موجود بھی تھا یا نہیں؟"

تمام وہ فرائض جو ان وقتوں میں ادا کئے جاتے ہیں، ایک عالم نے ادا کئے۔ نماز میں شہنشاہ اکبر مع اراکین و روساء کے شریک رہا۔ چراغ جلنے سے پہلے ہی شجاع نواب کا جسد بے روح زیرِ خاک دفن کر دیا گیا۔"

انا للہ وانا الیہ راجعون

شہنشاہ اکبر نے حُسن آرا بیگم کو رنڈسالے کا جوڑا بھیجا، اپنے محل میں ایک ایوان خالی کرا دیا اور سیکڑوں لونڈیاں باندیاں خدمت کو مقرر کر کے بیگم کو مہمان بنایا۔"

چند دنوں بعد اس نے عام دربار کیا جس میں حبیب خاں بھی طلب کیا گیا۔ اسے خیال تھا، شہنشاہ میری خدمات کی قدر دانی فرماتے ہوئے نہایت عمدہ معاوضہ عنایت فرمائیں گے، لیکن معاملہ اس کی امیدوں کے خلاف پیش آیا۔ جب اہالی و موالی جمع ہو چکے تو شہنشاہ کے اشارے سے حبیب خاں تخت کے سامنے کھڑا کیا گیا۔ بادشاہ نے اس پر غلط انداز نظر ڈالنے کے بعد فرمایا۔"

حبیب خاں! اگر تم اپنے فرائض حقیقی سے چشم پوشی نہ کرتے، اگر تم میرے احکام کی تعمیل سچے اور نمک حلال خادم کی طرح کرتے تو میری آنکھوں کے سامنے وہ دل خراش منظر پیش نہ ہوتا۔ جو سوہائی کے دفن کے وقت دیکھا گیا تھا۔ کاش سوہائی زندہ یہاں آتا تو میں اس بہادر اور غیور نواب کو قوت بازو سمجھ کر سینے سے لگاتا۔ اس کی ایسی عزت کرتا جو درحقیقت اس کی شایان شان ہوتی۔ اس نے میرے مقابلے میں تلوار اُٹھائی، عوام الناس اس واقعہ کو اس کی خودسری اور ناعاقبت اندیشی تصور کریں گے۔ لیکن ایسا نہیں ہے، وہی ایک فرد واحد تھا جس نے صرف اپنے قوت بازو پر بھروسہ کرتے ہوئے میرا مقابلہ کیا، اگر ایسے شجاع ترین مردم کی قدر نہ کروں تو مجھ سے زیادہ کوئی ناقدردان بادشاہ نہ ہوگا، میرا دل اس کی قدر و منزلت کرتا ہے۔ خیر! میں اس واقعہ

تفصیل کے ساتھ روشنی ڈالنا بے محل سمجھتا ہوں، مجھے تو صرف یہ دکھانا ہے کہ تم نے کہاں تک دیانت داری سے اپنے فرائض کو ادا کیا۔ عیدل گڈھ پہنچتے ہی تمھاری نیت بدل گئی، تم حُسن آرا کے حُسن وجمال پر فریفتہ ہو کر میرے فرائض کو بُھلا بیٹھے، کیا کسی مسلمان کو دوسرے کی منکوحہ عورت سے عشق ومحبت کرنے کا حق حاصل ہے؟ تم نے محض اُس مکر کے ذریعہ سے سوہانی کے محل پر قبضہ کر لیا جو اتفاقاً کلثوم اور بوڑھے شیخ کے ذریعہ سے تمھارے دماغ میں پیدا ہوا تھا۔

کاش اس وقت بھی تم اپنے فرائض پر غور کرتے، تم نے ایک عصمت مآب خاتون کی عصمت دری کا قصد کیا، حسن آرا ہی ایسی چالاک عورت تھی جو تمھارے پھندے سے اپنا ناموس بچا لے گئی۔ یہ اسی بدنیتی کا سبب ہے کہ نواب مالرہ سا بہادر شخص ضایع ہو گیا۔ اِن حرکات کے بعد تم مجھ سے نیک صلے کے متمنی ہو! تم نے جیسا کیا، ویسا ہی پاؤگے میری حضور میں حُسن آرا نے استغاثہ پیش کیا ہے، مجھ پر فرض ہے، بلا رو رعایت انصاف کروں، اس لئے میں تم کو حبس دوام کی سزا دیتا ہوں!"

حبس دوام کا حکم سُنتے ہی حبیب خاں کا خون خشک ہو گیا۔ وہ تو کسی صوبہ کی گورنری حاصل کرنے کے خیال میں حاضر ہوا تھا! اس کی نظروں میں دنیا تاریک ہو گئی اور معلوم ہو گیا کہ میں نے محبت کے پھیر میں پڑکر جو بد اعمالیاں کی تھیں یہ اُن کی واجبی سزا ہے۔

بادشاہ کے اشارے سے کچھ خادموں نے حبیب خاں کو حراست میں لے لیا۔ بعض اُمرا نے سفارش کے واسطے لب کھولنا چاہے، لیکن جلالت شہنشاہی نے جرأت نہ ہونے دی۔ ہر شخص دل میں سوچ کر رہ گیا۔ آخر الامر بادشاہ کے حکم سے سپہ سالار اعظم حبیب خاں قید خانے میں جھونک دیا گیا۔

باب ۱۰

"ہل جزاء الاحسان الّا الاحسان"

شہنشاہ اکبر کا خیال تھا، حسن آرا محل میں چند روز رہ کر عمر علی سوبانی کو بھول جائے گی، یہاں کی سیر و تفریح، رات دن کے دلچسپ مشاغل اس کے دل کو پھر تازہ کر دیں گے، لیکن ایسا نہیں ہوا۔ وہ شب و روز منہ لپیٹے پڑی رہتی تھی، نہ تو کسی کھیل تماشے میں دلچسپی لیتی تھی نہ ہم سنوں کی پرلطف صحبت میں بیٹھ کر دل بہلاتی۔ ہرچند بادشاہ کی طرف سے ہر قسم کی راحت تمام طرح کے عیش موجود تھے، لیکن اس سے کسی سے کچھ واسطہ نہ تھا، وہ تھی اور کنج تنہائی، دو بیٹھ کا گوشہ تھا اور نمناک آنکھیں، ایک کانٹا تھا کہ ہر وقت کلیجے میں کھٹکا کرتا تھا، سوبانی کی تصویر پیش نگاہ تھی، اس کی پرازمحبت باتیں یاد آ آ کر دل تڑپا جایا کرتی تھیں، اور وہ ہر وقت خون کے آنسو بہا بہا کر دل کی بھڑاس نکالنے پر مجبور تھی۔

بادشاہ کے جاسوس اس کی حالت کے پرچے روزانہ ملاحظہ میں پیش کیا کرتے تھے، وہ حسن آرا کی المناک کیفیت معلوم کر کر کے دل ہی دل میں کڑھا کرتا تھا اور کوشش کرتا تھا کسی طرح حسن آرا کی مغموم ہستی کو پھر مسرور بنا سکے، ایک روز حسب معمول محل میں آیا، اس کا قاعدہ تھا دربار سے اُٹھ کر تھوڑی دیر کے واسطے حسن آرا کے پاس آتا اور نصیحت آمیز باتیں کر کے اس کا غم غلط کرنے کی کوشش کرتا۔ آج بھی عادت کے موافق اُس نے تشفی و تسلی کے کلمات کہتے ہوئے کہا:

"بیٹی حسن آرا! رو رو کر اپنی جان نہ گنواؤ، مرنے والے مر گئے، اُن کا واپس ملنا ممکن نہیں، پھر ناممکن کے واسطے جان دینا، بزدلی ہی نہیں، بلکہ گناہ بھی ہے، تم ماشاء اللہ ذکی و فہیم ہو تم کو سمجھانے کی ضرورت نہیں، اگر کوئی اور خیال تم کو مغموم بنائے ہے، تو مجھ سے بیان کرو میں اس کے پورا کرنے میں دیر نہ کروں گا۔ عید لی گڈھ تمہارا تھا اور اب بھی تمہارا ہے، اگر تم چاہو تو وہاں جا سکتی ہو، اور اس طرح حکومت کر سکتی ہو جس طرح اپنے شوہر کی حیات میں حکمرانی کیا کرتی تھیں۔ میں ابھی فرمان مہری تمہارے حوالے کر دوں گا۔"

حسن آرا: جہاں پناہ! حضور نے جو کچھ فرمایا، وہ میرے دل خوش کرنے کو بہت کافی ہے، لیکن

میرے دل میں حکم رانی کی ہوس باقی نہیں، دنیوی وقار و امارت سے خود بخود طبیعت متنفر ہو گئی ہے، جن کی ذات سے زندگی کا مزا تھا، جن کی موجودگی میں حکومت کرنے سے حظ ملتا تھا، جب وہی نہ رہے تو میں حکومت کرکے کیا کروں گی؟ اگر کوئی خواہش ہے تو یہ ہے کہ ہندوستان سے نکل کر زیارت عالیات کا شرف حاصل کروں، مجھے ایک رہبر کامل کی بھی ضرورت ہے، مالوہ میں سلطان باز بہادر کی عمل داری کے پاس ہی شاہ جلال رہتے ہیں، مجھے ان پر کامل اعتقاد ہے، ارادہ ہے کہ ان کی بیعت کرکے چند روز اپنی پُر معاصی زندگی کی تلافی کروں اور انھیں کے ساتھ عازم حج و زیارت ہو کر عراق و حجاز کی طرف چلی جاؤں، اس سے زیادہ میری کوئی خواہش نہیں ہے۔"

شہنشاہ اکبر حسن آرا کے عزائم معلوم کرکے نہایت متاثر ہوا اور فوراً اجازت دیدی ساتھ ہی روپیہ پیسے کی بھی مدد دینا چاہی لیکن حسن آرا نے بہ لطائف الحیل ٹال دیا۔

اب حسن آرا کے دل میں ایک خیال کھٹک رہا تھا، وہ حبیب خاں کو قید مصیبت سے نجات دینا چاہتی تھی۔ بہت ممکن تھا، شہنشاہ سے سفارش کرکے رہائی دلا دیتی، اس کی سفارش معمولی سفارش نہ تھی جو قابل پذیرائی نہ سمجھی جاتی، لیکن واقعہ یہ ہے کہ وہ اکبر سے عالی مرتبت بادشاہ کا بھی احسان لینا چاہتی تھی۔ اس نے قصد کر لیا تھا، کہ پوشیدہ طریقے سے حبیب خاں کو رہائی دلا کر اس احسان کا معاوضہ کر دے جو حمید ل گڑھ میں اس نے چند گھنٹوں کی مہلت دینے میں کیا تھا۔"

بوڑھا شیخ، اور نوجوان کلثوم اس کی رفاقت میں موجود تھے، انھیں دونوں کی معرفت اس نے اپنے بیش بہا زیورات، جنھیں سوگ ہوگی کی وجہ سے اتار ڈالا تھا فروخت کرا ڈالے اور زنداں کے نگہبانوں کو کثیر رشوتیں دیکر اس بات پر آمادہ کر لیا کہ جب حسن آرا قیدی سے ملنے آئے تو نہ روکیں، اور اس کی جانب سے چشم پوشی کریں۔

انتظامات درست ہو جانے کے بعد ایک [illegible] رات کو جب شہر میں چاروں طرف تاریکی چھائی ہوئی تھی حسن آرا، کلثوم اور شیخ کو ساتھ لیکر محل سے نکلی، دربانوں نے اکبری حکم کی وجہ سے کوئی تعرض نہ کیا، بیگم اور کلثوم سیاہ برقعوں میں لپٹی ہوئی تھیں، ان کے چہرے کالی نقابوں میں اس طرح مستور تھے، گویا وہ چاند بادل کے ٹکڑوں میں پنہاں ہیں۔" وہ بازاروں سے گذرتی ہوئی در زنداں پر پہنچیں۔ شیخ نے آگے بڑھ کر محافظین قید خانہ کو حسن آرا کے آنے سے مطلع کیا

وہ لوگ دروازوں کی کنجیاں دے کر وہاں سے ہٹ گئے۔"
حبیب خاں کی حالت ناگفتہ بہ ہو رہی تھی اوائل عمر سے اس وقت تک راحت و آسائش میں بسر ہوئی تھی اور اب جبکہ صوبہ داری ملنے کی — اُمیدیں پیدا ہو گئی تھیں تو تقدیر نے یہ روز بد دکھایا۔ زندان بالکل تاریک اور متعفن تھا، نہ فرش تھا، نہ روشنی، مسہری تھی، نہ چھپر کھٹ زمین پر پھٹا پرانا بوریا پڑا تھا، اوڑھنے کے واسطے گندہ و کہنہ کمبل تھا اور حبیب خاں سرنگوں بیٹھا ہوا اپنی تقدیر کی شکوہ سنجی میں مصروف تھا، ناگاہ دروازہ کھلنے اور کسی کے محبس میں داخل ہونے کی چاپ محسوس ہوئی، اس نے آنسوؤں سے ڈبڈبائی ہوئی آنکھیں پھاڑ کر دیکھا ایک برقع پوش ہاتھوں میں شمع دان لئے اس کے سامنے کھڑی ہے!"
وہ نہایت متعجب تھا! اب تک حُسن آرا نے اپنے چہرے سے نقاب جدا نہ کی تھی۔ اس لئے وہ مطلق پہچان نہ سکا، نہ کبھی خیال ہی کیا تھا کہ ایسے تیرہ و تار زنداں میں حُسن آرا قدم رنجہ کرے گی۔ چند لمحہ توقف کر کے حسن آرا نے ایک ہاتھ سے نقاب اُلٹ دی۔ معاً نظروں کے سامنے بجلی کوند گئی! ہر چند آلام روحانی نے حُسن آرا کے حسن و جمال کو مدھم کر دیا تھا، پہلی سی کیفیت اور دلکشی باقی نہ تھی، پھر بھی حُسن ہر عالم میں حُسن ہے!"
نہ معلوم حبیب خاں کے دل میں کیسے کیسے خیال اُمنڈ آئے۔ کبھی کچھ سوچتا تھا کبھی کچھ۔ ایک مرتبہ خیال ہوا کہ شاید میرے جذب صادق نے اپنا اثر دکھایا ہے حُسن آرا کھنچ کر یہاں آگئی ہے، اس خیال سے اس کے دل کی کلی شگفتہ ہونے لگی، مگر اس شگفتگی کو قیام نہ تھا، معاً دوسرا خیال پیدا ہو کر سہما دیتا اور وہ سوچنے لگتا شاید یہ ان مظالم کا انتقام لینے آئی ہے، جو میرے ہاتھوں اس کی جان پر ٹوٹ چکے ہیں۔ چوں کہ پچھلا خیال اس کے مطالب کے منافی تھا اس لئے اس پر رائے نہ جمتی۔ اور حُسن آرا کا قید خانے میں آدھی رات کو چھپ کر آنا جذب محبت کی دلیل سمجھتا۔ آخر اس سے ضبط نہ ہو ا اور عالم بے اختیاری میں زبان پر جاری ہو گیا۔"
حُسن آرا، حُسن آرا!! کیا حقیقت میں میرا قیاس صحیح ہے؟ کیا میرے جذبہ محبت نے مجھ کو متاثر کر دیا ہے؟ آہ! یہ خیال صرف خیال ہی ہے! اچھا! تو میری جان لینا چاہتی ہے، تو آ شوق سے اپنا خنجر میرے سینے میں بھونک دے، میں بھی ایسی لبریز یاس و ناکام زندگی کو پسند نہیں کرتا ہے جہاں تک جلد ممکن ہو ضایع کر دیا جائے۔ آ میں سینہ کشادہ کئے کھڑا ہوں آ اور اپنا خونی کام پورا کر!"

حبیب خان نے سینہ تان کر دونوں آنکھیں بند کر لیں اور حسن آرا کے سامنے آہنی دیوار، یا سنگی بت بن کر کھڑا ہو گیا۔ حسن آرا نے ایک قدم پیچھے ہٹ کر جواب دیا۔"

حسن آرا: "حبیب خاں! ہوش میں آؤ۔ حواس سنبھالو! اب ایسی باتیں زیبا نہیں، ہاں مجھکو تم سے محبت ہے، میں جان لینے نہیں بلکہ جان بچانے آئی ہوں، یہ اسی محبت کا نتیجہ ہے جو تمھاری طرف سے میرے دل میں پیدا ہو گئی ہے، اور ہمیشہ رہے گی، لیکن یہ محبت ویسی نہیں جو تم سمجھ رہے ہو، جس طرح دنیا میں ایک وفادار بہن اپنے حقیقی بھائی سے محبت کر سکتی ہے، اسی طرح میں بھی تم سے محبت کرتی ہوں اور کروں گی۔ تم نے مجھ کو بدنگاہ سے دیکھا تھا، میں نے شہنشاہ اکبر سے کہہ کر اس کی سزا دلا دی، یاد رکھو، شرفاء کے واسطے بالکل ہی مناسب نہیں کہ وہ کسی زور و حکومت کے زعم میں دوسروں کی منکوحہ بیبیوں پر نگاہ بد ڈالیں، چونکہ تم نے کسی وجہ سے مجھ پر عیبل گڑھ میں دو چار گھنٹوں کی مہلت دے کر احسان کیا تھا، اور میں نے وعدہ کیا تھا، کبھی نہ کبھی تمھارے اس احسان کا نعم البدل کروں گی، چنانچہ نعم البدل کرنے کا وقت آ گیا، وقت تنگ ہے غفلت کرنا خوب نہیں، میں نے بڑی دقتوں سے محافظین کو اس امر پر راضی کیا ہے کہ وہ تم کو یہاں سے بھاگ جانے کا موقعہ دیدیں۔ تم کو فوراً یہاں سے نکل جانا چاہیئے، ساحل جمن پر ایک کشتی معہ ضروری سامان کے کھڑی انتظار کر رہی ہے، وہ تم کو آسانی سے محفوظ و مامون مقام پر پہنچا سکتی ہے (ایک تھیلی دے کر) اس تھیلی میں چند ٹکڑے جواہرات کے اور کچھ اشرفیاں ہیں، غالباً زاد راہ کے واسطے کافی ہوں گی؟"

حبیب خاں نے شکر گذاری کی نظروں سے حسن آرا کی طرف دیکھ کر ظاہر کر دیا کہ وہ اس کے احکام پر سر عبدیت خم کرنے کو تیار ہے، آگے پیچھے دونوں آدمی زنداں سے باہر نکل کر ایک طرف روانہ ہو گئے۔ کچھ دور آگے جا کر حبیب خاں نے کہا۔"

کیوں حسن آرا بیگم! تم بھی میرے ساتھ چلو گی؟"

حسن آرا: "تم چلو میں بھی آتی ہوں۔"

حبیب خاں نے پھر کچھ پوچھنا چاہا، لیکن حسن آرا ہاتھ کی شمع گل کر کے تاریکی میں نہ معلوم کہاں غائب ہو گئی۔"

باب ۱۱

سلطان باز بہادر اور جبیب خاں"

جبیب خاں کو حسن آرا بیگم کے غائب ہو جانے سے نہایت فکر لاحق ہوئی، اور راستوں پر ادھر اُدھر تلاش جاری کی، شاہی پیادوں کا خوف دامن گیر تھا، کیوں کہ وہ معتوب تھا اور ایک عورت کی سازش سے قید خانے سے نکل سکا تھا، اگر کسی کی نظر پڑ جائے گی تو اس مرتبہ گردن زدنی کے سوا کوئی سزا نہ ہوگی حسن آرا نے زادِ راہ دیدیا تھا اور تاکید کر دی تھی کہ یہاں سے نکل کر سیدھے ساحل جمن پر جانا وہاں ایک کشتی تیار کھڑی ہوگی اس پر سوار ہو کر کسی محفوظ و مسئون مقام پر چلے جانا۔"

تھوڑی دیر تک جستجو کرنے کے بعد جبیب خاں نے دریا کا رخ کیا۔ جب کنارے پہنچ گیا تو ساحل سے لگی ہوئی ایک خوبصورت کشتی دیکھی جس پر چار مانجھی ڈانڈے اور پتوار ہاتھوں میں لئے ہوئے تیار بیٹھے تھے۔ جبیب خاں کو دیکھتے ہی ایک مانجھی نے پکار کر پوچھا۔"

کیا جبیب خاں آپ ہی کا نام ہے؟"

جبیب خاں: "(ڈرتے ہوئے) کیوں؟"

مانجھی: "ہم کو ایک بوڑھے شخص نے حکم دیا ہے کہ تم لوگ یہاں تیار رہو تھوڑی دیر میں جبیب خاں آئیں گے ان کو لے کر فوراً یہاں سے چلے جانا۔"

جبیب خاں: "کہاں لے جانے کا حکم دیا ہے؟"

مانجھی: "ابھی نہیں بتا سکتے۔"

جبیب خاں: "کیوں؟"

مانجھی: "حکم نہیں ہے!"

جبیب خاں: "جبیب خاں تو میرا نام ہے لیکن میں کسی بوڑھے شخص کو نہیں جانتا۔"

مانجھی: "وہ بہت ہی نیک معلوم ہوتا تھا، ہم لوگوں کو منھ مانگی اُجرت سے بھی زیادہ دے کر رازداری کی تاکید کر گیا ہے، آپ کو ڈرنے کی ضرورت نہیں، ہم لوگ نہایت احتیاط سے اس کے بتائے ہوئے ٹھکانے پر پہنچا دیں گے۔"

جبیب خاں نے تھوڑی دیر کھڑے ہو کر سوچنا شروع کیا، جب وہ جیل میں سر نگوں بیٹھا تھا

اس وقت حسن آرا بیگم کے سوا کوئی اس کے پاس نہیں گیا تھا۔ بہت غور و خوض کے بعد خیال کیا حسن آرا عورت ہی، شاید اس نے اپنے کسی وفادار خادم کے ذریعے سے یہ باتیں طے کی ہوں گی۔ آخر توکل بخدا کشتی پر جا بیٹھا مانجھیوں نے ناؤ کھول کر دھارے پر کی اور ڈانڈوں کے دو چار ہاتھ لگا کر بہاؤ پر چھوڑ دیا۔ دیکھتے ہی دیکھتے آگرے کی آبادی پیچھے رہ گئی اور حبیب خاں بہت دور نکل گیا۔

شہر سے بہت دور، منزلوں کے فصل پر ملاحوں نے ایک جنگل میں لے جا کر اتار دیا اور رخصت ہوتے وقت ایک رقعہ حبیب خاں کو دے کر کہا۔

جس بوڑھے شخص نے ہم لوگوں کو آپ کے لے آنے کا حکم دیا تھا، اُس نے یہ رقعہ بھی دیا تھا کہ جائے مجوزہ پر پہنچانے کے بعد خاں صاحب کو یہ رقعہ دے کر زبانی کہہ دینا کہ اس میں لکھے ہوئے مشوروں پر عمل کیجیے گا۔

حبیب خاں نے مانجھی سے رقعہ لے کر چند اشرفیاں بطور انعام دیں، پہلے تو اُن لوگوں نے لینے سے انکار کیا، مگر حبیب خاں کے اصرار سے اشرفیاں لے کر سلام کیا اور اپنی کشتی کو کھیتے ہوئے ایک طرف چلے گئے۔ حبیب خاں نے صبح کے دھندلکے میں رقعہ کی عبارت کا مطالعہ کیا، لکھا تھا۔

جناب خاں صاحب!

"شکر ہی، میں اپنے وعدے کو وفا کر سکی، آپ نے احسان کیا تھا اور میں نے اسکا صلہ دینے کا وعدہ کیا تھا۔ آپ کو اکبر کی قید سے آزاد کرا دیا، آپ کو چاہیئے کہ مالوے چلے جائیے وہیں عتاب اکبری سے پناہ ملنے کی امید ہی، اگر خدا نے چاہا تو میں بھی وہاں آکر آستاں بوس ہوں گی۔ خدا حافظ۔ حسن آرا"

رقعہ کی عبارت نے کیا اثر کیا؟ یہ بتانا دشوار ہی، البتہ حبیب خاں سر بزانو ہو کر دیر تک نہ معلوم کیا وچار ہا دل میں ایک رائے طے کر کے اٹھا اور ایک طرف روانہ ہو گیا۔

راہ کی نابلدیت، پیادہ پائی کی تکلیفیں جھیلتا اور دیہاتیوں، قصباتیوں سے مالوے کی سمت دریافت کرتا ہوا چند روز بعد سلطان باز بہادر کے رقبہ حکومت میں داخل ہو گیا۔ شہر میں رہنا خلاف مصلحت سمجھ کر جنگل میں بود و باش اختیار کی، اُسے حسن آرا بیگم کا انتظار تھا، رقعہ پڑھنے سے معلوم ہو چکا تھا وہ مالوے میں آئے گی۔ چند بار عیدن گڈھ بھی گیا، سرائے میں جا کر بوڑھے شیخ ام کلثوم سے ملنا چاہا، لیکن وہ دونوں نہ ملے، سرائے بھی کھنڈر پڑی تھی، نہ کوئی مسافر قیام کے واسطے آتا تھا، نہ کوئی بھٹیار اشیخ کی قائم مقامی کرنے کی جرأت کرتا تھا۔

ایک روز رات ہوگئی تھی اور وہ سلطان باز بہادر کے قلعہ کے قریب ایک جھونپڑی میں بیٹھا اپنی المناک زندگی پر افسوس کر رہا تھا۔ جنگل میں ہر طرف سناٹا تھا۔ سیاروں کی آواز کے سوا کوئی کہ خاموش فضا کو متحرک نہ کرتی تھی کہ اس نے ایک شخص کو پیادہ کسی طرف جاتے دیکھا۔ پہلے تو سمجھ کر کوئی توجہ نہ کی لیکن قریب ہی کی جھاڑیوں سے دس بارہ مسلح ڈاکوؤں کو نکل کر یکہ تنہا مسافر پر ہوتے دیکھ کر رگ حمیت کو حرکت ہونے لگی۔

بے چارہ مسافر بالکل تنہا تھا جو دس بارہ ڈاکوں کے نرغہ میں گھرا تھا۔ دس بارہ تلواریں ایک اٹھ اٹھ کر اس پر گر رہی تھیں، مسافر کوئی بھی سہی، تھا بڑا کا لڑنتیا، جو لیتے سے بارہ گنی تعداد سے منہ نہ موڑتا تھا، مگر کب تک؟ آخر کار کمزوری ظاہر ہونے لگی۔ حبیب خاں نے سمجھ لیا کہ تھوڑی ہی دیر میں ڈ کام تمام کر دیں گے۔ اس سے اب تحمل نہ ہوسکا مسافر کی کس مپرسی پر رحم آگیا۔ بہادر کسی بہادر کی بے بسی نہ دیکھ سکتا۔ وہ اٹھا اور تلوار پکڑ کر ڈاکوں پر ٹوٹ پڑا، پہلے ہی حملے میں دو کو جان سے مار ڈالا اور دو کو شدید مجروح کر دیا۔ ایک طرف دار کو پا کر مسافر کی جرات بھی بڑھ گئی، اس نے بھی شدید حملہ کیا چار چھ ڈاکو کی تلواروں سے کٹ گئے اور بقیۃ السیف مجروح ہو کر سامنے سے بھاگے ان دونوں نے کچھ دور تک ان کا کیا اور پھر واپس آ گئے۔

جس شخص کو ڈاکوؤں نے گھیر کر قتل کرنا چاہا تھا، وہ سلطان باز بہادر تھا، جو اکثر راتوں کو رعایا کے در راحت کا حال معلوم کرنے بھیس بدل کر نکلا کرتا تھا۔ اتفاق سے اس وقت ڈاکوں کے نرغہ میں پھنس تھا۔ اس نے حبیب خاں کی طرف محبت کی نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا:

"بہادر شخص! میں تمہاری ہمدردی کا نہایت مشکور ہوں، اگر تم موقعہ پر پہنچ کر میری مدد نہ کرتے تو مجھکو ضرور قتل کر ڈالتے، صرف تمہاری وجہ سے میری جان بچ گئی۔"

حبیب خاں: "میں نے انسانی ہمدردی سے زیادہ کوئی خدمت نہیں کی، آپ بہت بری طرح ڈ کے قابو میں آگئے تھے حسن اتفاق سے میری نظر پڑ گئی اور آپ کی امداد کرنا ناگزیر ہو گیا۔"

باز بہادر: "کیا میں اپنے محسن کے حالات دریافت کرسکتا ہوں؟"

حبیب خاں: "میں نہایت ہی بے نصیب آدمی ہوں، شہنشاہ اکبر کے عتاب میں مبتلا ہوں، عرصے سے یہاں کے جنگلوں میں بسر کر رہا ہوں۔"

باز بہادر: "کوئی مضائقہ نہ ہو تو تمام و کمال حالات بیان کرو مجھ سے جس قدر امداد ممکن ہے، اس کے وا بسر و چشم حاضر ہوں۔"

حبیب خاں: مجھے اپنی داستان کہنے میں عذر نہیں لیکن قصہ طویل ہے، اگر میری جھونپڑی میں تشریف لے چلیے تو عرض کروں۔

سلطان باز بہادر اس کے ساتھ جھونپڑی میں پہنچا پیال کے فرش پر بیٹھ کر حبیب خاں نے ابتدا سے انتہا تک کل واقعات بیان کر دیئے۔ سلطان باز بہادر کو یہ معلوم کر کے کہ یہی حبیب خاں سپہ سالار ہے نہایت عبرت ہوئی اور اسے ساتھ لئے ہوئے محل میں پہنچا۔ دوسری صبح کو داروغہ محل مقرر کر کے خلعت و منصب سے سرفراز کیا۔ پھر حبیب خاں کا ستارۂ اقبال بلند ہوا کچھ عرصہ کے بعد داروغگی کے عہدہ سے ترقی دے کر اپنی فوج کا سپہ سالار مقرر کر دیا، اور اس قدر عزت دی جو اس دربار میں کسی کو حاصل نہ تھی۔

باب ۱۲

"حسن آرا اور شاہ جلال"

حبیب خاں کو آزاد کرانے کے بعد حسن آرا بیگم کلثوم اور بوڑھے شیخ کو لے کر مالوے کی طرف روانہ ہو گئی، اور اپنے دونوں ساتھیوں کی رہبری سے بہت جلد منزل مقصود تک پہنچ گئی، اس نے عیدل گڈھ جانا گوارا نہ کیا، وہاں جانے سے اس کے چوٹ کھائے ہوئے دل کو تکلیف پہنچنے کا احتمال تھا، عمر علی سوہانی کے بعد دنیا اندھیر ہو رہی تھی نہیں چاہتی تھی جس جگہ اپنے شوہر کے ساتھ عیش و عشرت میں مشغول رہ چکی ہو وہاں دل طپیدہ و چشم گریاں لے کر جائے اور وہاں کے باشندوں کو اپنی عبرتناک حالت دکھائے، وہ سب سے پہلے سلطان باز بہادر کی مہمان ہوئی، حبیب خاں کے واسطے کچھ کہنا ہی نہ تھا کیوں کہ وہ اپنی خدمات کے صلے میں عہدہ پا چکا تھا۔ البتہ بوڑھے شیخ اور کلثوم کی سفارش منظور تھی اس نے دنیا کو ترک کر دینے کا قطعی فیصلہ کر لیا تھا، صرف اسی غرض سے چاہتی تھی کہ کلثوم اور بوڑھے شیخ کو ٹھکانے سے کر دے۔ ایک روز باز بہادر نے اس سے دریافت کیا۔

"بیگم! اب تمہارا کیا قصد ہے، اگر اکبر سے اپنا قلعہ واپس لینے کے خیال سے مجھ سے مدد چاہتی ہو تو میں دل و جان سے حاضر ہوں، میری جان، میری دولت و ثروت تمہارے واسطے موجود ہے، ہر چند اکبر سے نبرد آزما ہونا اچھوں اچھوں کے گنے کھانا ہے، لیکن تم کو اس حالت میں دیکھنا گوارا نہیں ہے، جس وقت تم کہو میں لڑنے مرنے کو موجود ہوں۔ کم از کم ایک مرتبہ تو تم کو عیدل گڈھ دلوا دوں گا۔"

حسن آرا: میں آپ کی ہمدردی کی شکرگزار ہوں، زمانے نے میرے ساتھ بہتر سلوک نہیں کیا، اب مجھ کو نہ تو ملک داری کی آرزو ہے، نہ عیش و عشرت کا حوصلہ، شاید آپ اس راز سے بے خبر ہیں کہ مجھ کو اپنے شوہر سے روحانی محبت تھی موت نے اس کو میرے ہاتھوں سے چھین لیا، اس کے بعد زندگی پھیکی معلوم ہوتی ہے، حیات و ممات پر اختیار نہیں ہے، مرنے والے کو کوئی روک نہیں سکتا اور رشتہ زندگی اس وقت تک نہیں ٹوٹ سکتا جب تک حکم خداوندی نہ ہو، میں نے

دنیا میں بہت کچھ کیا، اب کوئی ہوس نہیں چاہتی ہوں کہ بقیہ زندگی خدا کی عبادت میں بسر کروں، آپ کے پاس صرف اس غرض سے حاضر ہوئی ہوں کہ میری سہیلی کلثوم کو یہیں یہاں رکھ لیجئے، اس کا شوہر بھی یہیں رہے گا، ان دونوں کو کوئی تکلیف نہ پہنچنے پائے اگر آپ میری اس تمنا کو پورا کریں گے تو خدا اس کا اجر نیک دے گا۔"

باز بہادر نے اس خواہش کو فوراً منظور کر لیا اور اسی وقت کلثوم کو اپنی اکلوتی بیٹی ربیعہ کی خدمت میں بھیج کر معقول وظیفہ مقرر کر دیا۔ بوڑھے شیخ کے واسطے مکان خالی کر دیا اور اس کی تنخواہ مقرر کر دی۔

حسن آرا چند روز وہاں مہمان رہ کر رخصت ہوئی۔ باز بہادر کو اس کے جانے کا بہت قلق ہوا۔ ایک زمانہ تھا جب حسن آرا کے حسن نے اس کو اپنا والہ و شیدا بنا رکھا تھا، مگر اس کا رقیب عمر علی سوہانی میدان محبت میں کامیاب نکلا۔ اس کے بعد باز بہادر کو یقین تھا، چند روز بعد حسن آرا مجھ سے عقد کرے گی جب حسن آرا کے عزائم معلوم کئے تو کچھ کہنے کی جرات نہ کر سکا اور دل پر صبر کی سل رکھ کر رخصت کر دیا، چلتے وقت بہت کچھ زر و جواہر دینا چاہا، مگر حسن آرا کو دولت دنیا کی ضرورت نہ تھی اس نے شکر گذاری کے ساتھ واپس کر دیا۔

سلطان باز بہادر کی دار السلطنت کے قریب ہی ایک بزرگ روشن ضمیر شاہ جلال رہا کرتے تھے، ان کی کشف و کرامات کا آوازہ دور دور پھیلا ہوا تھا، اسی شہرت کی وجہ سے شہنشاہ اکبر اور سلطان باز بہادر نے ان کی بیعت اختیار کی تھی۔ حسن آرا بیگم نے بھی جب سے دنیا ترک کرنے کا تہیہ کیا تھا انھیں بزرگوار کی بیعت کی نیت کر لی تھی

سلطان باز بہادر سے رخصت ہو کر وہ سیدھی شاہ جلال کی خدمت میں حاضر ہوئی اور دست بوسی کے بعد اپنا مافی الضمیر بیان کیا۔ شاہ جلال نے اول اول تو اسے بہت کچھ سمجھایا تارک الدنیا ہونے کے بعد جن دقتوں اور مصائب کا سامنا ہوتا ہے، دلنشیں عنوان سے بیان کئے۔ مگر حسن آرا کو تو کچھ اور ہی دھن تھی اس نے اصرار کے ساتھ مرید ہونا چاہا۔ جب ہر طرح سے سمجھا کر تھک گئے تو شاہ جلال نے ہاتھ بڑھا دیا اور حسن آرا نے دلی عقیدت کے ساتھ بیعت کر لی۔

کچھ عرصہ تک شاہ جلال کے ساتھ رہ کر طاعت و عبادت الٰہی میں بسر کی، شاہ جلال اکثر ارکان دین کی تلقین کے ساتھ ساتھ خدا رسی اور صوفیہ مسائل بیان کیا کرتے تھے، حسن آرا گوش دل سے سماعت کرتی تھی، اس کی مرتاضانہ زندگی بالکل اسی طرح گذر رہی تھی، جس طرح شاہ جلال کہتے تھے۔

حسن آرا کو اب حج کا خیال تھا، کوئی وقت کوئی گھڑی ایسی نہ گذرتی تھی جو وہ حجاز کے سفر کے منصوبے نہ سوچا کرتی ہو، اس نے تہیہ کر لیا تھا اب دنیا کی طرف راغب نہ ہو گی، ہر ایک سے ملنا جلنا ترک کر دیا، آٹھ پہر میں مشکل سے دو گھنٹے آرام کرتی تھی بقیہ وقت خدا کی عبادت اور شاہ جلال کی صحبت میں بسر کرتی تھی۔

عرصہ کے بعد ایک واقعہ نے اُسے مصلے پر سے اُٹھایا اور چند روز کے واسطے اسے پھر دنیا کے کاموں کی طرف

متوجہ ہونا پڑا۔

واقعہ یہ تھا کہ سلطان باز بہادر کی لڑکی ربیعہ اور حبیب خاں میں عشقیہ چھیڑ چھاڑ شروع ہو گئی تھی، محبت نے دونوں کی روحوں کو ایک کڑی میں جوڑ دیا تھا۔ باز بہادر کو ان واقعات کی اطلاع نہ تھی اس نے ربیعہ کی شادی سلطان احمد نگر سے طے کی تھی چنانچہ جب عقد کی سلسلہ جنبانی ہوتی تھی ربیعہ بہ لطائف الحیل ٹال دیا کرتی تھی۔ تھوڑے عرصہ کے بعد راز کھلا، باز بہادر کو حبیب خان اور ربیعہ کی پر محبت زندگی کے حالات معلوم ہو گئے۔

حبیب خاں صحیح النسل، بہادر اور اعلیٰ عہدے دار بھی، لیکن باز بہادر اس وہم کو خیال نہ کرتا تھا، اس کی گستاخی معلوم کرتے ہی برہم ہو گیا، ربیعہ، حبیب خان اور کلثوم جو رشتہ محبت کے مستحکم کرنے کی باعث بھی تھی قید خانے میں ڈال دی گئی۔

چند روز تک تو حسن آرا کے عبادت خانہ میں یہ اطلاع نہ پہنچ سکی، رفتہ رفتہ بعض عقیدت کیشوں کی زبانی واقعات کا علم حاصل ہو گیا۔

بہت ارادت مند شاہ جلال کی خدمت میں حاضر ہوا کرتے تھے اور اثنائے گفتگو میں کچھ ایسے بھی واقعات و حالات بھی کہہ گزرتے تھے، جن کا تعلق محض دنیا سے ہوتا تھا، انھیں لوگوں کی زبانی یہ خبر بھی سنی گئی۔ حسن آرا بیگم کو واقعات معلوم کر کے بہت افسوس ہوا، دیر تک ان کی گلو خلاصی کی تدبیریں سوچتی رہی، اس کے بعد شاہ جلال کی خدمت میں عرض کی اور اتنا اصرار کیا کہ وہ اپنے خلوت کدے سے نکل کر باز بہادر کے پاس جانے کو راضی ہو گئے۔

دوسرے روز حسن آرا شاہ جلال کے ہمراہ سلطان باز بہادر کے دربار میں پہنچی۔ شاہ جلال کا تشریف لانا کسی معمولی شخص کا آنا نہ تھا جو باز بہادر پر اثر نہ پڑتا، وہ عزت و احترام سے پیش آیا اور شاہ جلال سے تشریف آوری کا سبب پوچھا۔

شاہ جلال نے مختصر و جامع لفظوں میں اپنا مطلب بیان کر کے کچھ اس طرح سمجھایا کہ باز بہادر کو بن نہ پڑی اور اسی وقت تینوں قیدیوں کو رہا کر کے وعدہ کیا کہ:

"ارشاد عالی کے بموجب بہت جلد ربیعہ اور حبیب خاں کا عقد کر دوں گا۔"

یہ وعدہ صرف وعدہ ہی نہ تھا۔ ہفتے ہی عشرے میں دونوں کا نکاح ہو گیا۔ اس تقریب میں شاہ جلال اور حسن آرا بیگم بھی شریک تھے۔

سلطان باز بہادر کے اولاد نرینہ نہ تھی، صرف ایک دختر تھی اس لئے اس نے حبیب خاں کو اپنی ریاست

کا مختارِ کل بنا دیا۔ اب اس کی زندگی نے دوسرا ہی رخ اختیار کیا تھا حبیب خاں نے جو کچھ ترقی کی وہ حسن آرا کے طفیل میں اس لئے ایک روز اس نے لجاجت آمیز انداز سے بطور شکر گذاری کہا:۔

بہن حسن آرا! تم نے مجکو بھائی کہہ کر بہنا پے کا حق ادا کر دیا۔ تمھاری ذات سے میں نے یہ مرتبہ حاصل کیا عزت، دولت، حکومت، زندگی، تمھارا طفیل ہے، اگر میرے جسم کا ہر ایک رونگٹا زبان بن جائے جب بھی تمھارے احسانات کا حق ادا نہیں ہو سکتا۔ میری دلی تمنا ہے کہ تم یہاں رہ کر عنانِ حکومت اپنے ہاتھ میں لو تمھارے مشورے ہماری ترقی کا باعث ہوں گے۔ ہمارے دل کو تمھاری موجودگی سے تقویت رہے گی۔

حسن آرا: "بھائی حبیب خاں! میرے ساتھ زمانے نے جو سلوک کیا اُسے دیکھتے ہوئے دنیا داری پسند نہیں، ایک زمانہ تھا جب میں نے جی بھر کے حکومت کر لی۔ ان باتوں سے جی اُکتا گیا ہے۔ سوا عبادت و پرہیزگاری کے کوئی خواہش نہیں، تمھارے سوا اکبر اور باز بہادر نے بھی مجھ سے یہی خواہش کی تھی، لیکن میں نے ان باتوں کو محض دنیا کا ڈھکوسلا خیال کیا۔ میرے نصیبوں میں یہ عیش ہوتا تو عمر علی سوہانی کی موت واقع نہ ہوتی۔ یہ حکومت و ثروت تم کو مبارک رہے میں اپنی بقیہ زندگی زہد و عبادت میں بسر کرنا چاہتی ہوں، تم کو چاہیئے نیکی اختیار کرو، جن لوگوں کو قسمت نے تمھارے زیرِ فرمان کیا ہے اُن سے احسان کے ساتھ پیش آؤ، زیر دستوں کا دل رکھو اور ظالموں کے ظلم و جور کا سدِ باب کرو، لوگوں کے حقوق کی حفاظت کرو اور اپنے فرائض کو پہچانو، اگر ایسا کرو گے تو خدا کے سامنے سرخرو ہو گے، اس کی مخالفت تم کو دوزخ میں پھینک دیگی"

حسن آرا چند روز وہاں رہ کر شاہ جلال کے ساتھ واپس آ گئی، کچھ دنوں تک وہاں رہ کر عبادت کی پھر شاہ جلال کے ساتھ بقصدِ حج حجاز کی طرف چلی گئی"

سرزمینِ حجاز میں جا کے ایسا غائب ہوئی کہ پھر کہیں پتہ نہ چلا۔ کتبِ تواریخ کے صفحات آج تک اس کے اعلیٰ کارناموں کو ظاہر کر رہے ہیں، مگر وہ دنیا کے پردے پر موجود نہیں"

حبیب خاں جب تک زندہ رہا حسن آرا کی عنایتیں، احسانات اور نیکیاں یاد کر کر کے روتا رہا۔ کلثوم اور اس کے شوہر نے بقیہ زندگی سلطان باز بہادر کی ملازمت میں نہایت وفاداری کے ساتھ بسر کر دی۔ اور ہمیشہ اپنی اس غلطی پر جو عمر علی سوہانی کے گرفتار کرا دینے کے واسطے کی تھی کفِ افسوس ملا کئے آخر ان کے جسموں کو روح نے خالی کر دیا۔

تمام شد

جملہ فرمائشات بنام

حبیب [illegible]